جلد ۶ جنوری ۱۹۶۵ء شمارہ ۱

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اٰل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ ۶ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جنوری ۱۹۶۵ء

(رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ)

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ: چھ روپے ؛ فی پرچہ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم ☆ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ ☆ مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ "انصار اللہ" دارالصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۶ | ماہنامہ انصاراللہ ربوہ | شمارہ ۱

جنوری ۱۹۶۵ء

احسانِ خداوندی پر شکرگذاری کا انتہائی بابرکت مہینہ

رمضان المبارک کی اہمیت اور اسکی عظیم الشان برکات

اللہ تعالےٰ نے قرآنِ مجید کی شکل میں ہمیں ایک زندہ، زندگی بخش اور کامل و مکمل ہدایت عطا فرما کر ہم پر بے انتہا احسان کیا ہے اور کیا بھی ہے محض اور محض اپنے فضل سے۔ اس میں ہمارے کسی عمل کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ یہ ہدایت نہ صرف زندہ، زندگی بخش اور ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہے بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ہے اسی لئے اُس نے اِس کے لفظ لفظ کو ہی نہیں بلکہ حرف حرف کو اور اِس سے بھی بڑھ کر اس کے ایک ایک شعشہ اور نقطہ کو ہمیشہ ہمیش کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ پھر اِس کی لفظی ہی نہیں بلکہ معنوی حفاظت کا بھی خود ہی ذمہ اٹھایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجرٰت ۱۰) یعنی ہم نے ہی قرآن ایسی کامل کتاب کو اتارا ہے اور ہم ہی ہیں جو قیامت تک اس کی ظاہری و معنوی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ یہ قیامت تک اسی طرح محفوظ چلی جائے گی۔ اس میں کسی قسم کی تحریف یا تغیّر و تبدل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اب جہاں تک ظاہری یا لفظی حفاظت کا تعلق ہے وہ اِس سے ہی ظاہر ہے کہ تمام آسمانی کتابوں میں سے قرآن مجید ہی وہ واحد آسمانی کتاب ہے جو بعینہٖ اُنہی الفاظ میں جن میں کہ وہ نازل ہوئی ایک شعشہ بھی تبدیل ہوئے بغیر من و عن محفوظ چلی آرہی

ہے۔ یہ ایک ایسی زندہ و تابندہ حقیقت ہے جس کے اغیار تک معترف ہیں۔ یہ نہ صرف کتابی شکل میں بلکہ چودہ سو سال سے نسلاً بعد نسلٍ تا ایں دم ہزاروں ہی نہیں لاکھوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ چلی آرہی ہے۔ اس کے نزول کے بعد آج تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا اور نہ قیامت تک ایسا کوئی زمانہ آئے گا کہ جب دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں قرآن مجید کے حافظ موجود نہ رہے ہوں۔ یا آئندہ موجود نہ رہیں۔ لفظی حفاظت کے علاوہ باطنی حفاظت کا اللہ تعالےٰ نے یہ انتظام فرمایا ہے کہ امتِ محمدیہ میں خلفاء، اولیاء اللہ، مجددین اور دیگر ملہمین کا سلسلہ اوّل دن سے ہی جاری ہے۔ ان برگزیدہ انسانوں کو خدا تعالےٰ شروع ہی سے ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق قرآن مجید کا علم سکھاتا چلا آرہا ہے اور اس طرح اس کے کبھی نہ ختم ہونیوالے علوم و معارف ہر زمانہ میں کھلتے چلے آرہے ہیں اور امتِ محمدیہ ان سے فیضیاب ہوتی چلی آرہی ہے اور علی الخصوص اس آخری زمانہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو جنہیں اللہ تعالےٰ نے فہمِ قرآن کا معجزہ خاص طور پر عطا فرمایا تھا اس کے علوم و معارف کو اس شان سے دنیا پر آشکار کیا ہے کہ قرآن کی ازلی ابدی صداقتوں اور اس کی عظمت کا ایک دنیا کو معترف ہونا پڑا ہے۔ پھر آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے ذریعہ نئے نئے انداز میں قرآنی علوم و معارف کے انکشاف کا سلسلہ برابر جاری ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رہے گا۔

قرآن مجید کی شکل میں ایسی زندہ۔ زندگی بخش اور کامل و مکمل ہدایت عطا ہونے پر اللہ تعالےٰ نے ہم پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ ہم اُس کا شکر ادا کریں اور کرتے چلے جائیں۔ شکر یہی ہے کہ ہم زبان سے اُس کی تسبیح و تحمید کریں اور قرآن مجید کی بے مثال و لازوال تعلیم کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ اس کے ایک ایک حکم پر دل و جان سے عمل پیرا ہوں اور کسی ایک حکم کو بھی نہ ٹالیں۔ اِس دائمی شکر میں تساہل یا غفلت کی حالت کو دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے شکر بجالانے کا ایک خاص مہینہ بھی مقرر فرمایا ہے اور اسے انتہائی طور پر بابرکت بنانے کیلئے جامع العبادات ٹھہرایا ہے اور وہ ہے رمضان کا مبارک مہینہ۔ اِس میں ہر بالغ مسلمان پر مسلسل پورے ایک ماہ کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ روزہ کے علاوہ جو اپنی ذات میں خود ایک بہت ہی اہم عبادت ہے اس مہینے میں صدقہ و خیرات، نماز تراویح، نماز تہجد، بکثرت ذکر الٰہی، قرآن مجید کی بالالتزام اور بار بار تلاوت اور کامل انقطاع الی اللہ کے رنگ میں اعتکاف کی عظیم الشان عبادت بجالانے کی تاکید کی گئی ہے یہ مہینہ وہی بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن ایسی کامل ہدایت کا نزول شروع ہُوا۔ لہٰذا خدا تعالےٰ نے ایسی کامل ہدایت کے نزول کی سالگرہ کے طور پر اس مہینہ کو جامع العبادات قرار دے کر اس کے روزے مسلمانوں پر فرض کر دیئے اور ان کی اغراض میں سے ایک بڑی غرض یہ بیان فرمائی کہ تا مسلمان قرآن ایسی کامل ہدایت عطا ہونے پر اللہ تعالےٰ کا شکر بجالائیں اور اس طرح پورے ایک ماہ تک خصوصی عبادات بجالا کر اُس غفلت کو دور کریں جو سال کے دوران قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے میں پیدا ہو گئی ہو۔

چنانچہ جب ہم قرآن مجید میں روزوں سے متعلق احکام کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ امر بالصراحت مذکور نظر آتا ہے کہ رمضان کے روزے جن اغراض کے ماتحت فرض کئے گئے ہیں ان میں سے ایک بڑی غرض یہ ہے کہ ہم قرآن ایسی کامل ہدایت عطا ہونے پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کریں ۔ اللہ تعالےٰ پہلے رمضان کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے :-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ ۔ (البقرہ آیت ۱۸۶)

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ۔ وہ قرآن جو تمام انسانوں کیلئے ہدایت بنا کر بھیجا گیا ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے ایسے دلائل جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی قرآن میں الٰہی نشانات ہیں ۔

رمضان کے مہینے کی اس اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ تمہارا فرض ہے کہ تم اس مہینہ میں جس میں کہ تمہیں قرآن مجید کی شکل میں ایسی عظیم الشان ہدایت عطا ہوئی روزے رکھو جیسا کہ فرمایا :-

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ آیت ۱۸۶)

اس لئے تم میں سے جو شخص اس مہینے کو دیکھے اُسے چاہیئے کہ وہ اس کے روزے رکھے ۔

اور اسی آیت میں روزے رکھنے کی اغراض میں سے ایک غرض یہ بیان فرمائی کہ :-

وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔ (البقرہ آیت ۱۸۶)

(اور یہ حکم اس لئے دیا ہے کہ) تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں (قرآن مجید ایسی) ہدایت عطا کی ہے اور تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو ۔

سورۃ البقرہ کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رمضان کے روزے دیگر اغراض کے علاوہ اس لئے بھی فرض کئے گئے ہیں تاکہ ہم اس امر پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں قرآن ایسی زندہ ، زندگی بخش اور کامل و مکمل ہدایت عطا فرمائی ہے ۔ پس رمضان کا مہینہ احسان خداوندی پہ فی الاصل شکر گزاری کا مہینہ ہے ، اس مبارک مہینے کی مخصوص عبادات کو بجالائے بغیر خدا تعالےٰ کے اس بے پایاں احسان اور عظیم الشان نعمت پر شکر گزاری کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا ۔ اگر ہم قرآن کے اور حکموں پر تو عمل کریں اور خاص اس حکم کی جس میں اس نے ہمیں رمضان کے روزے رکھنے کی تاکید فرمائی ہے پرواہ نہ کریں تو ہم خدا تعالےٰ کے شکر گزار بندے قرار نہیں پا سکتے ۔ سو جہاں اُس نے شکر ادا کرنے کی صورت میں اور زیادہ نعمتیں اور انعام عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہاں کفران نعمت کی صورت میں عذاب شدید کی وعید سے بھی ڈرایا ہے جیسا کہ فرمایا

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (سورہ ابراہیم آیت ۹)

پس عزم و ہمت اور تعہد سے انشراح صدر اور پوری شرائط کیساتھ روزے رکھنا جہاں ہمیں مزید انعامات کا

مستحق بناتا ہے وہاں ان سے روگردانی اور عمداً گریز کفرانِ نعمت کے مترادف ہوتے ہوئے ہمیں عذابِ شدید میں مبتلا کرنے کا موجب بھی بن سکتا ہے اس سے رمضان کے روزوں اور اس مہینے کی مخصوص عبادات کی اہمیت اور ان کی عظمت ظاہر و باہر ہے

چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ جو بھی عطائے خداوندی پر اپنی زبان ہی نہیں بلکہ اپنے عمل سے شکر گزاری کا اظہار کرے گا وہ اسے اور بھی زیادہ انعامات سے نوازے گا۔ اس لئے اُس نے رمضان کے روزے رکھنے والوں، اس کی خصوصی عبادات بجالانے والوں، اور اس طرح قرآن ایسی کامل و مکمل ہدایت عطا ہونے پر شکر ادا کرنے والوں کو یقین دلایا ہے کہ اس عملی شکر گزاری کے عوض انہیں بڑے بڑے انعامات اور درجات عطا کئے جائیں گے۔ وہ انعامات اور درجات کیا ہیں؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اُس آیت سے (جو رمضان کے روزے رکھنے کے تاکیدی حکم پر مشتمل ہے) اگلی آیت میں دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے اور اس کی خصوصی عبادات بجالانے والوں کو میرا قرب حاصل ہو گا اور میں عام دنوں کی نسبت ان ایام میں ان کی دعائیں زیادہ قبول کروں گا۔ چنانچہ فرماتا ہے :-

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ (البقرۃ آیت ۱۸۷)	اور (اے رسول) جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو تُو جواب دے کہ میں ان کے پاس ہی ہوں جب دعا کرنیوالا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ سو چاہیئے کہ وہ میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قریب ہونے کی یہ دلیل دی ہے کہ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ اس میں شک نہیں اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر حالت میں ہر مضطر کی دعا قبول کرتا ہے لیکن روزوں کے حکم کے معاً بعد قبولیتِ دعا کے خصوصی انعام کا ذکر صاف اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ خدا تعالیٰ رمضان میں روزہ دار کی دعا کو ضرور قبول فرماتا ہے اور اسے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتا۔ یہاں دعوۃ الدّاع اِذَا دَعَانِ سے علی الخصوص وہ دعا کو مراد ہے جو رمضان کے مہینے میں روزہ کی حالت میں دعا مانگے چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"رمضان سے انسان کی روحانی تربیت مکمل ہوتی ہے جس سے اس کی روحانی

بصیرت تیز ہو جاتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے ایسے فیوض جذب کرنے کے قابل ہو جاتا ہے جن کو وہ رمضان کے بغیر نہیں کر سکتا تھا۔ رمضان ہی کے تعلق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے سوال کریں کہ خدا کہاں ہے تو تُو کہہ دے کہ میں قریب ہی ہوں۔ یوں تو ہمیشہ ہی خدا تعالیٰ قریب ہوتا ہے اور پھر جو بندہ اسے پکارتا ہے وہ تو اسے پہلے ہی مانتا ہے پھر یہاں سَاَلَكَ کا کیا مطلب ہوا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جب میرا بندہ رمضان کے متعلق سوال کرتا ہے کہ روزہ سے خدا کی رضا کس طرح حاصل ہو سکتی ہے تو تُو اس کا جواب یہ دے کہ روزہ سے انسان خدا تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے۔ جس کی ظاہری صورت یہ ہے کہ روزہ دار کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں اُجیب دعوة الداعین نہیں فرمایا بلکہ صرف الداع فرمایا۔ جس کے معنے ہیں کہ ہر پکارنے والے ہی کی نہیں بلکہ دعلی الخصوص روزدار پکارنے والے کی دعا زیادہ سنی جاتی ہے۔"

(الفضل ۱۰ اگست ۱۹۴۵ء)

پس یہ رمضان کی کتنی عظیم الشان برکت ہے کہ اس کے نتیجہ میں انسان کو خدا تعالیٰ کا اس درجہ قرب حاصل ہو جاتا ہے کہ اس کی دعائیں زیادہ سنی جاتی ہیں اور اُس کو ان کا جواب ملتا ہے یہ وہ رفیع الشان انعام ہے جو لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ کے تحت رمضان کے روزے رکھنے والوں اور اس کی خصوصی عبادات بجالانے والوں کو عطا ہوتا ہے یہ اتنا بڑا انعام ہے کہ اس کے حصول کے لئے انسان کو اپنے نفس پر بڑی سے بڑی مشقت بھی اٹھانی پڑے تو اس کی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے۔ آخر بڑے انعام مشقت اٹھائے بغیر حاصل نہیں ہوا کرتے
دوسرا بڑا انعام جو شکر گزاری کے نتیجہ میں رمضان کے روزے رکھنے اور اس کی خصوصی عبادات بجالانے پر انسان کو حاصل ہوتا ہے وہ ہے لیلۃ القدر۔ یہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہوتی ہے اور ہوتی ہے بے انتہا برکتوں والی۔ اسے خدا تعالیٰ نے اس کی عظیم الشان برکتوں اور غیر معمولی انتشار روحانیت کی وجہ سے ہزار مہینوں سے بھی بہتر قرار دیا ہے اور فرمایا ہے اس میں فرشتے تمام دینی و دنیوی امور لے کر اترتے ہیں۔ ان سب امور کا اس میں فیصلہ کیا جاتا ہے اس میں سلامتی ہی سلامتی ہوتی ہے چنانچہ فرماتا ہے :۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۔ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ	ہم نے یقیناً اس (قرآن) کو ایک عظیم الشان تقدیر والی رات میں اتارا ہے اور اے مخاطب تجھے کیا معلوم کہ عظیم الشان رات جس میں تقدیر لیا اترتی ہیں کیا شے ہے یہ عظیم الشان تقدیروں والی رات تو ہزار مہینے سے

وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ۔ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔

(سورہ القدر آیات ۲ تا ۶)

بھی بہتر ہے۔ ہر قسم کے فرشتے اور کامل روح اس میں اپنے رب کے حکم سے تمام (دینی و دنیوی) امور لے کر اترتے ہیں (فرشتوں کے اترنے کے بعد تو) سلامتی ہی سلامتی ہوتی ہے اور یہ حالت صبح کے طلوع ہونے تک رہتی ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی عظیم الشان برکتوں والی رات کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈنے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ وہ عظیم الشان رات ہے کہ اس میں فرشتے آسمان سے نازل ہو کر زمین اور اس کی تمام فضا کو ذکر الٰہی سے بھر دیتے ہیں۔ جس کو یہ رات میسر آ جائے (اور کوئی وجہ نہیں کہ اگر ایک شخص رمضان کی راتیں جاگ کر عبادت میں گزارے تو اسے یہ رات میسر نہ آئے) تو اس کے خوش قسمت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ اُسے فرشتوں کی ہمنوائی میں خدا تعالیٰ کی تحمید و تمجید کرنے کی عظیم الشان سعادت میسر آتی ہے۔ جسے فرشتوں کی معیت اور ان سے مشابہت حاصل ہو جائے کوئی وجہ نہیں کہ اس کے سارے گناہ معاف نہ ہو جائیں اور وہ عند اللہ فائز المرام نہ ٹھہرے۔ پس یہ دوسرا بڑا انعام اور درجہ ہے کہ جو انسان کو لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کے تحت رمضان کا مہینہ شکر گزاری کے رنگ میں گزارنے سے حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب، دعاؤں کی بکثرت قبولیت اور فرشتوں کی معیت جسے میسر آ جائے لاریب وہ خوش نصیب ہی نہیں بلکہ بہت بڑا خوش نصیب ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے

"حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ (یعنی اس نے رمضان سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ ناقل) اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صہ ۳۷۵)

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان قرآن مجید ایسی عظیم الشان نعمت عطا ہونے پر شکر گزاری کے طور پر رمضان کے روزے رکھے اور اس طرح رکھے جیسا کہ روزے رکھنے کا حق ہے اور پورے حضورِ قلب کے ساتھ اس کی مخصوص عبادات بجا لائے اور پھر اس کے گناہ نہ بخشے جائیں یہ خود خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ وہ شکر گزاری ہے کہ جس کے نتیجہ میں گناہوں سے پاک صاف ہو کر خدا کا قرب حاصل ہونا، فرشتوں کی معیت اور ان سے مشابہت میسر آنا اور عند اللہ فائز المرام ہونا ایک قطعی یقینی اور حتمی امر ہے۔ جو شخص اس شکر گزاری سے بے پرواہ ہو کر ایسے عظیم الشان انعامات سے اپنے آپ کو محروم کرتا ہے، اس کے بدقسمت ہونے میں کیا شک ہے۔

اب جب کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ اپنی عظیم الشان برکتوں کے ساتھ شروع ہونے والا ہے ہمیں چاہیئے

کہ ہم پورے عزم و ہمت کے ساتھ اپنے روزے پورے کرکے دن اور رات رمضان کی خصوصی عبادات بجالائیں چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے اس کثرت سے ذکر الٰہی کریں، ورد دنیا میں غلبۂ اسلام اور سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی کامل و عاجل شفایابی اور اپنی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے اس تضرع اور درد کے ساتھ دعائیں کریں کہ ہم اپنے کانوں سے اِنِّیْ قَرِیْبٌ کی آواز سن لیں اور اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کا وعدہ ہمارے حق میں اس شان سے پورا ہو کہ ہمیں رضائے الٰہی اور خوشنودئ باری کا تمغہ خود اُسی کی جناب سے مل جائے اور اس طرح ہم عنداللہ فائز المرام ٹھہریں۔

اے خدا تو ہمیں رمضان کی عظیم الشان برکات سے متمتع ہونے کی توفیق عطا فرما۔ ہم ان بدقسمتوں میں شامل نہ ہوں کہ جو رمضان کا مہینہ پاتے ہیں اور پھر اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے بلکہ تو اپنے فضل سے ہمیں اپنے ان خوش نصیب بندوں میں شمولیت کا شرف بخش۔ جن کے رمضان میں گناہ بخشے جاتے ہیں اور جو اپنی شکر گزاری کی وجہ سے تیری جناب میں مقبول ٹھہرتے ہیں۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

روزہ اور تزکیۂ نفس

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"صلوٰۃ کے بعد روزہ کی عبادت ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بعض مسلمان کہلانے والے ایسے بھی ہیں جو ان عبادات میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ سے آگاہ نہیں۔ تزکیۂ نفس کے واسطے یہ عبادات لازمی پڑی ہوئی ہیں ... کم کھانا اور بھوک برداشت کرنا بھی تزکیۂ نفس کے واسطے ضروری ہے۔ اس سے کشفی طاقت بڑھتی ہے۔ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا، بلکہ ابدی زندگی کا خیال چھوڑ دینا اپنے اوپر قہر الٰہی کا نازل کرنا ہے۔"

(لیکچر لاالٰہ الا اللہ صفحہ ۲)

:. کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام :.

اِس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے

صوم تجلّیٔ قلب کرتا ہے اور اس سے کشف کا دروازہ کھلتا ہے

روزہ سے بچنے والا بہانہ جو کسی اجر کا مستحق نہیں ہوتا

ذیل میں امام الزمان سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ پُرمعارف ملفوظات ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں جن میں حضور نے رمضان کے ایام کی جو دعاؤں کی قبولیت اور نزولِ فضل و رحمت کے بابرکت ایام ہیں عظمت و اہمیت اور عظیم الشان برکات پر نہایت پُرمعارف انداز میں روشنی ڈالی ہے اور ان سے متعلق بعض مسائل کو واضح کر کے اِس امر سے آگاہ فرمایا ہے کہ ہزار مہینوں سے بھی بہتر رات یعنی لیلۃ القدر سے کیا مراد ہے —— حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"رمضان" کے معنے

۱۔ "رمض سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذّتوں پر صبر کرتا ہے دوسرے اللہ تعالےٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے اس لئے روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہُوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارتِ دینی ہوتی ہے۔ رمض اُس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔"

(الحکم ۲۴ر جولائی ۱۹۰۱ء)

دعاؤں کا مبارک مہینہ

۲۔ "رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے۔ دعاؤں کا مہینہ ہے۔" (الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۱ء)

رمضان کی عظمت واہمیت

۳۔ "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں صلوٰۃ تزکیۂ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّیٔ قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلّیٔ قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے پس أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ میں یہی اشارہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں۔" (البدر ۱۲ر دسمبر ۱۹۰۲ء)

مریض اور مسافر روزہ نہ رکھیں

۴۔ "قرآن کریم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ یعنی مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے اِس میں امر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جس کا اختیار ہو رکھ لے جس کا اختیار ہو نہ رکھے۔ میرے خیال میں مسافر کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ اور چونکہ عام طور پر اکثر لوگ رکھ لیتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی تعامل سمجھ کر رکھنے تو کوئی حرج نہیں مگر عِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کا پھر بھی لحاظ رکھنا چاہیئے" (الحکم ۱۳۱ر جنوری ۱۸۹۶ء)

۵۔ (الف) "سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے اس کو اطاعتِ امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا۔ یہ غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر اور نہی میں سچا ایمان ہے" (الحکم ۱۳۱ر جنوری ۱۸۹۹ء)

(ب) "شریعت کی بنیاد دقّت پر نہیں بلکہ جس کو تم عرف میں سفر سمجھو وہی سفر ہے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی اس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہیئے۔"

شرعی عذر کی بناء پر روزہ سے محروم رہنے والے ثواب سے محروم نہیں ہوتے

۶ "میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اِس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اُسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اُس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیّت پر ہے مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے۔ جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیّت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اُس کا دل اِس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔"

(البدر ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

بہانہ جُو کسی ثواب کا مستحق نہیں ہوتا

۷۔ "اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے۔ کیا اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا۔ تو وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جُو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش لیتے ہیں اور تکلّفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ تکلّفات کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس تکلف کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔ مگر خدا اُس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابل قدر شے ہے۔ حیلہ جُو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔ ۔ ۔ ۔

یہ لوگ ہیں کہ تکلّف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں اس لئے خدا اُن کو دوسری مشقتوں میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں۔ اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔

انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا تعالیٰ اس کے نفس پر شفقت کرے کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنّم ہے اور خدا تعالیٰ کی شفقت جنت ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں گرنا چاہتے ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ آگ سے بچاتا ہے اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں یہ سلم ہے اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش آئے اس سے انکار نہ کرے" (البدر ۱۲ر دسمبر ۱۹۰۲ء)

ترک روزہ کے متعلق میرا مسلک

۸۔ "میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں" (الحکم ۱۴ر جنوری ۱۹۰۱ء)

جوانی کے ایّام میں مسلسل چھ ماہ کے روزے

۹۔ "مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایّام میں مَیں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنّتِ اہل بیت ہے میرے حق میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان منّا اھل البیت سلمان یعنی الصلحان کہ اس شخص کے ہاتھ سے دو صلحیں ہوں گی ایک اندرونی دوسری بیرونی اور یہ اپنا کام رفق سے کرے گا نہ کہ شمشیر سے۔ اور میں حب مشرب حسین پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ مشرب حسن پر ہوں کہ جس نے جنگ نہ کی تو میں نے سمجھا کہ روزہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ میں نے چھ ماہ تک روزے رکھے۔ اس اثناء میں مَیں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جا رہے ہیں۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان کی طرف جاتے تھے یا میرے قلب سے۔ لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہو سکتا تھا اور اگر اس وقت میں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا" (البدر ۱۲ر دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۰۔ "جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے (کشف میں) ملا اور انھوں نے کہا کہ تُو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تُو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے" (بدر ۱۲ر دسمبر ۱۹۰۲ء)

فدیہ روزہ کی توفیق حاصل کرنے کے لئے ہے

۱۱۔ "ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے ہر شئے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ، یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اُس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔" (البدر ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

فدیہ وسعت کے مطابق دینا چاہیئے

ابوسعید صاحب عرب نے ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا میں نے آج تک روزہ نہیں رکھا اس کا کیا فدیہ دوں؟ فرمایا:۔

۱۲۔ "خدا ہر ایک شخص کو اس کی وسعت سے باہر دکھ نہیں دیتا۔ وسعت کے مطابق گزشتہ کا فدیہ دے دو اور آئندہ عہد کرو کہ سب روزے ضرور رکھوں گا۔" (البدر ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء)

لیلۃ القدر سے کیا مراد ہے؟

۱۳۔ "ہم لیلۃ القدر کے دونوں معنوں کو مانتے ہیں۔ ایک وہ جو عرفِ عام میں ہیں کہ بعض راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ خدا تعالیٰ ان میں دعائیں قبول کرتا ہے اور ایک اس سے مراد تاریکی کے زمانہ کی ہے۔ جس میں عام ظلمت پھیل جاتی ہے۔ حقیقی دین کا نام و نشان نہیں رہتا۔ اس میں جو لوگ خدا تعالیٰ کے سچے متلاشی ہوتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں وہ بڑے قابل قدر ہوتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک بادشاہ ہو اور اس کا ایک بڑا لشکر ہو۔ دشمن کے مقابلہ کے وقت سب لشکر بھاگ جاوے اور صرف ایک یا دو آدمی رہ جاویں اور انہی کے ذریعہ سے اسے فتح حاصل ہو تو اب دیکھ لو کہ ان ایک یا دو کی بادشاہ کی نظر میں کیا قدر ہوگی۔ پس اس وقت جب کہ ہر طرف دہریت پھیلی ہوئی ہے کوئی تو قول سے اور کوئی عمل سے خدا تعالیٰ کا انکار کر رہا ہے

ایسے وقت میں جو خدا تعالیٰ کا حقیقی پرستار ہوگا وہ قابل قدر ہوگا۔" (البدر ۸ر جنوری ۱۹۰۴ء)

۱۴۔ "قرآن شریف میں جو لیلۃ القدر کا ذکر آتا ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہاں لیلۃ القدر کے تین معنے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ رمضان میں ایک رات لیلۃ القدر کی ہوتی ہے دوم یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی ایک لیلۃ القدر تھا یعنی سخت جہالت اور بے ایمانی کی تاریکی کے زمانہ میں وہ (زمانہ) آیا جبکہ ملائکہ کا نزول ہوا۔ کیونکہ نبی دنیا میں اکیلا نہیں آتا۔ بلکہ وہ بادشاہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لاکھوں کروڑوں ملائکہ کا لشکر ہوتا ہے جو اپنے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو نیکی کی طرف کھینچتے ہیں۔ سوم لیلۃ القدر انسان کے لئے اس کا وقت اصفیٰ ہے۔ تمام وقت یکساں نہیں ہوتے۔ بعض وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہتے کہ ارحنا یا عائشہ یعنی اے عائشہ رضی اللہ عنہا مجھ کو راحت و خوشی پہنچا! اور بعض وقت آپ بالکل دعا میں مصروف ہوتے جیسا کہ سعدی نے کہا ہے ۔ وقتے چنیں بودے کہ بجبرئیل و میکائیل پرداختے و دیگر وقت با حفصہ و زینب درساختے ۔ جتنا جتنا انسان خدا کے قریب آتا ہے یہ وقت اسے زیادہ میسّر آتا ہے۔"

(الحکم ۳۱ر اگست ۱۹۰۱ء)

روزہ سے مراد بھوک نہیں

"روزہ دار کو خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ روزہ سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایّام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتل الی اللہ حاصل کرنا چاہیئے۔ بدنصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی، مگر اس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے۔ ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے اور اس سے روحانی قویٰ تیز ہوتے ہیں۔"

(ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ــــــ بحوالہ لیکچر لا الٰہ الا اللہ ص۴۳)

عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اَلْیَوْمَ یَوْمٌ فِیْهِ حَصْحَصَ صِدْقُنَا

آج وہ دن ہے جس میں ہمارا صدق ظاہر ہوگیا۔

بُشْرٰی لَکُمْ یَا مَعْشَرَ الْاِخْوَانِ
اے جماعتِ برادران تمہیں بشارت ہو

طُوْبٰی لَکُمْ یَا مَجْمَعَ الْخُلَّانِ
اے جماعتِ دوستاں تمہیں مبارک ہو

ظَهَرَتْ بُرُوْقُ عِنَایَةِ الْحَنَّانِ
خداتعالیٰ کی عنایت کی چمک ظاہر ہوگئی

وَبَدَا الصِّرَاطُ لِمَنْ لَّهُ الْعَیْنَانِ
اور جو شخص دو آنکھیں رکھتا ہے اس کیلئے راہ کھل گیا

اَلنَّیِّرَانِ بِهٰذِهِ الْبُلْدَانِ
سورج اور چاند کو ان ملکوں میں

خُسِفَا بِاِذْنِ اللّٰهِ فِیْ رَمَضَانِ
اللہ تعالیٰ کے اذن سے رمضان میں گرہن لگ گیا۔

وَبِشَارَةٌ مِّنْ سَیِّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی
اور ایک بشارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی

ظَهَرَتْ مُطَهَّرَةً مِّنَ الْاَدْرَانِ
ایسے پاک طور پر ظاہر ہوگئی کہ کوئی میل اس کے ساتھ نہیں۔

اَلْیَوْمَ یَوْمٌ فِیْهِ حَصْحَصَ صِدْقُنَا
آج وہ دن ہے جس میں ہمارا صدق ظاہر ہوگیا

قَدْ مَاتَ کُلُّ مُکَذِّبٍ فَتَّانِ
اور ہر ایک مکذب فتنہ انگیز مرگیا

اَلْیَوْمَ یَبْکِیْ کُلُّ اَهْلِ بَصِیْرَةٍ
آج ہر ایک اہلِ بصیرت رو رہا ہے

مُتَذَکِّرًا لِّمَرَاحِمِ الرَّحْمٰنِ
اور رونے کا سبب خداتعالیٰ کی رحمتوں کو یاد کرنا ہے۔

وَمُصَدِّقًا اَنْوَارَ نَبَا نَبِیِّنَا
وَمُعَظِّمًا لِّمَوَاهِبِ الْمَنَّانِ
اور دوسرے یہ سبب کہ رونے والے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی تصدیق کرتے ہیں اور محسن حقیقی کی بخششوں کی عظمت کا تصور کرتے ہیں

اَلْیَوْمَ کُلُّ مُبَایِعٍ ذِیْ فِطْنَةٍ
آج ہر ایک دانا بیعت کرنے والا

اِزْدَادَ اِیْمَانًا عَلَی الْاِیْمَانِ
اپنے ایمان میں ایسا زیادہ ہوگیا کہ گویا نیا ایمان پایا

(نور الحق حصہ ۲)

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

چوں ندا آیدت ازاں درگاہ

(اس درگاہ سے تجھے آواز کیونکر آئے)

وحیِ حق را چو بشنوی از ما　　ایں مگو ما نیافتیم چرا

جب تو ہم سے خدا کی وحی سنے تو یہ نہ کہو کہ وہ ہم کو کیوں نہ ملی

تا نہ کارِ دلت بجاں برسد　　چوں پیامت ز دستاں برسد

جب تک تیرے دل کا کام تمام نہ ہو جائے کس طرح معشوق کا پیغام تیرے پاس پہنچے

تا نہ از خود روی جدا گردی　　تا نہ قربانِ آشنا گردی

جب تک تو خود روی سے الگ نہ ہو اور جب تک تو دوست پر فدا نہ ہو،

تا نیائی ز نفسِ خود بیروں　　تا نہ گردی بروئے او مجنوں

جب تک تو اپنی نفسانیت سے باہر نہ آئے اور جب تک اس کے چہرہ کا دیوانہ نہ بن جائے

تا نہ خاکت شود بسانِ غبار　　تا نہ گردد غبارِ تو خونبار

جب تک تیری خاک غبار کی طرح نہ ہو جائے اور جب تک تیرے غبار میں سے خون نہ ٹپکے

تا نہ خونت چکد برائے کسے　　تا نہ جانت شود فدائے کسے

جب تک تیرا خون کسی کی خاطر نہ بہے اور جب تک تیری جان کسی پر قربان نہ ہو جائے

چوں دہندت بکوئے جاناں راہ　　چوں ندا آیدت ازاں درگاہ

تب تک تجھے کوئے جاناں کا راستہ کیونکر ملے اور اس درگاہ کی طرف سے تجھے آواز کیونکر آئے

متقی بننے کا مجرّب نسخہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جب پہلا رمضان آیا تو حضور نے ایک نہایت لطیف اور بصیرت افروز خطبہ میں احباب کو رمضان کی عظمت اور اس کی برکات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انہیں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی پُرزور تلقین فرمائی۔ یہ خطبہ نہایت اہم نصائح پر مشتمل ہے۔ رمضان المبارک کے موجودہ ایام میں اسے افادۂ عام کی غرض سے ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

"اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں رمضان کے روزے فرض کئے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ - (البقرۃ)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر بھی روزوں کا رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم متقی بنو۔

اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان، کس قدر فضل اور کس قدر اسکی رحمت ہے کہ اس نے مسلمانوں پر جو شریعت نازل فرمائی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو احکام اتارے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ناقابلِ عمل ہو۔ ہر حکم ایسا ہے جسے انسان آسانی سے بجا لا سکتا ہے۔ کھانا پینا انسان کے لئے ایسے ضروری حوائج ہیں کہ اگر انسان کو کہا جائے کہ تم کو یہ ایک مدت تک چھوڑنے پڑیں گے تو وہ یہ بات سُن کر گھبرا جائے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے کیا لطیف پیرائے میں یہ بات بیان فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے اے مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ یہ حکم سُن کر ممکن تھا کہ لوگ گھبرا جاتے کہ کھانا پینا، ایک حد تک بولنا، عورتوں سے تعلق رکھنا ہم کس طرح قطع کر سکیں گے اس لئے فرمایا كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ یہ کوئی ایسا حکم نہیں ہے کہ کوئی اس کو نہ کر سکے یہ حکم تو ہم پہلے بندوں کو بھی دیتے چلے آئے ہیں لہٰذا تمہارے لئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ قرآنِ شریف کا یہ معجزہ ہے کہ جو حکم بھی دیتا ہے اس کی وجہ سے جو خطرات انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں ساتھ ہی ان کا جواب بھی دے دیتا ہے۔ تو جہاں یہ حکم دیا کہ اے مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں وہاں ساتھ

ہی یہ بھی بتلا دیا کہ ممکن ہے تمہیں یہ بات عجیب معلوم ہو کہ کھانا پینا اور بہت حد تک بولنا اور عورت سے صحبت کرنا ہم کس طرح ترک کر سکیں گے۔ فطرۃً تمہیں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا۔ لیکن فی الاصل یہ کوئی ایسا حکم نہیں جس پر تم عمل نہ کر سکو۔ اس حکم پر تو تم سے پہلے لوگ بھی عمل کرتے آئے ہیں۔ یہ ایک ایسا مجرب نسخہ ہے کہ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو متقی ہو جاؤ گے۔

انسان کے بہت سے عمل اُس کی طاقت کے مطابق ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے لئے مشق کی ضرورت ہوتی ہے ایک انسان جو زیادہ سوتا ہے اُس کی عادت ہی زیادہ سونے کی ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے سونے کو کم کرنا چاہے تو کم بھی کر سکتا ہے۔ پس بہت حد تک انسان کی طاقتیں ایسی ہیں کہ جس کام کی ان کو مشق کرائی جائے ویسا ہی کام وہ دینے لگ جاتی ہیں اسی لئے جو شرائعیں آتی ہیں وہ انسان کے اندر ایسے جوارح پیدا کر دیتی ہیں کہ جس کی مشق کرنے کی وجہ سے انسان کسی موقع پر بھی مشکلات اور مصائب کا شکار نہیں ہو سکتا۔ رمضان میں خدا تعالیٰ کیلئے کھانا ترک کرنا ایک مشق ہوتی ہے اس مشق سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر کبھی مصیبت آن پڑے اور کھانے کو کچھ نہ ملے تو کوئی پرواہ نہ ہو۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے لئے پانی پینا اور عورت سے صحبت کرنا چھوڑنا اور راتوں کو جاگ جاگ کر عبادت کرنا بھی ایک مشق ہی ہے تاکہ رمضان کے علاوہ عام دنوں میں اگر ایسی کوئی تکلیف اٹھانی پڑے تو انسان گھبرائے نہیں۔ ماہ رمضان میں مومن محض خدا تعالیٰ کے لئے کھانا پینا چھوڑتا ہے جو کہ اس بات کا نمونہ ہے کہ اگر بعد میں بھی کبھی اسے خدا کی راہ میں کھانا چھوڑنا پڑے گا تو وہ ضرور چھوڑ دے گا۔ اسی طرح مومن رمضان میں پانی پینا خدا تعالیٰ کے لئے ترک کرتا ہے۔ بیوی کے تعلقات خدا کے لئے چھوڑتا ہے۔ اپنی نیند کو قربان کر کے خدا تعالیٰ کی عبادت میں لگ جاتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ انسان کو نمونہ دکھاتا ہے کہ تم ایک مہینہ مشق کر کے دیکھ لو تاکہ اگر بعد میں بھی تمہیں یہ باتیں پیش آئیں تو تم آسانی سے انھیں کر سکو۔

دنیا کی تمام گورنمنٹوں میں کچھ اس قسم کی فوجیں ہوتی ہیں کہ سارا سال کام کرتی ہیں۔ اسی طرح مومنوں میں بھی ایک گروہ ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ اور گورنمنٹوں کی ایک ریزرو فوج ہوتی ہے جو سال میں ایک یا دو مہینے کام کرتی ہے اور جب جنگ کا موقع ہوتا ہے تو چونکہ ریزرو فوج کے سپاہیوں کو مشق کرائی ہوئی ہوتی ہے اس لئے ان کو فوراً بلا لیا جاتا ہے چونکہ عام طور پر مسلمان بارہ مہینے روزے نہیں رکھتے اور نہ ہی بارہ مہینے تہجد پڑھتے ہیں اس لئے رمضان میں خصوصیت سے تاکید فرما دی کہ اس مہینے میں تمام مسلمان مشق کریں۔ گو خدا تعالیٰ کا ایک گروہ ایسا بھی ہوتا ہے جو سارا سال ان باتوں میں لگا رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم یہ مشق کرو تاکہ تم مشکلات سے بچ جاؤ۔ جس گورنمنٹ کی فوج مشق کرتی رہتی ہے وہ دشمن کی فوج سے شکست نہیں کھاتی۔ اسی طرح جس قوم کے لوگ متقی اور نیک ہوتے ہیں اور جو خدا تعالیٰ کے لئے ہر چیز چھوڑنے کے لئے تیار رہتے ہیں شیطان کی مجال نہیں ہوتی کہ ان کو زک دے سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان دنوں میں جو جماعت بدی سے بالکل محفوظ رہتی ہے اُس

پر شیطان کو حملہ کرنے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ شیطان بھی پلید اور ناپاک دلوں پر ہی حملہ کرتا ہے۔ ایک شرابی دوسرے شرابی کو ہی شراب پینے کو کہے گا اُس کو یہ کبھی جرأت نہ ہوگی کہ کسی متقی کو کہے۔ تو جب تمام جماعت متقی ہو جاتی ہے تو شیطان بھی حملہ نہیں کر سکتا۔ سو فرمایا اگر تم ایسا کرو گے تو شیطان کے حملوں سے بچ جاؤ گے چونکہ تم میں سے ہر فرد سپاہی ہوگا اور اس نے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے مشق کی ہوئی ہوگی۔ اس لئے شیطان کو حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمان تمام کے تمام سپاہی تھے شیطان نے ان پر کوئی حملہ نہیں کیا لیکن جب خال خال رہ گئے تو اس وقت ان پر حملہ کیا گیا اور شیطان نے ان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال کر ان کو تباہ کر دیا۔

ایک زمانہ تو ایسا ہوتا ہے جب کہ خاص خاص لوگ خدا تعالیٰ کے حضور راتوں کو اٹھ کر دعائیں کرتے ہیں لیکن یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے فضل اور اس کا کرم ہے کہ اُس نے ایک موقع ایسا بھی رکھ دیا ہے جس میں سب لوگ مل کر عبادت کر سکتے ہیں۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو کہ ہمیشہ رات کو نہیں اُٹھ سکتے مثال کے طور پر بعض مزدوری پیشہ لوگ دن کو محنت کرتے ہیں اس لئے رات کو ان کے لئے اٹھنا مشکل ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو اجازت دی تھی کہ روزانہ تہجد نہ پڑھا کرو۔ مگر رمضان ایک ایسا موقع ہے جس میں سب کو اٹھنا پڑتا ہے اس لئے اُس وقت جسے خدا تعالیٰ نے قبولیت کا وقت قرار دیا ہے سب کی دعائیں مل کر قبولیت کے درجہ تک پہنچ جاتی ہیں۔ چنانچہ روزوں کے حکم کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَالْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۔ روزوں کے دن مبارک ہوتے ہیں۔ پس مبارک ہے وہ انسان جو ان سے فائدہ اٹھائے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تہجد کی جماعت نہیں ہوتی تھی بعد میں صحابہؓ نے پسند کیا کہ چونکہ بعض لوگ سست ہوتے ہیں اس لئے جماعت کے ساتھ مل کر وہ بھی پڑھ لیا کریں۔ پس بہتر ہے کہ ایسے لوگ جو اپنے نفسوں سے ڈرتے ہیں وہ سحری کھانے سے پہلے پچھلی رات یا پھر پہلی رات نوافل با جماعت ہی پڑھ لیا کریں۔ اور جن کو اپنے نفسوں پر اعتبار ہو وہ الگ گھر میں پڑھ لیا کریں۔ اصل مدعا تو قرآن پاک کا پڑھنا اور دعاؤں میں مشغول رہنا ہے گھر میں بھی لمبی لمبی سورتیں پڑھی جا سکتی ہیں

اس زمانہ میں ہمارے لئے بہت سی مشکلات ہیں۔ دنیا کے مقابلہ میں پہلے ہی ہماری جماعت قلیل تھی لیکن اب تو اس سے بھی کچھ حصہ الگ ہو گیا ہے۔ پہلے ہم غیر احمدیوں کے حملہ کو اندرونی حملہ کہا کرتے تھے لیکن اب تو اندرونی در اندرونی حملے شروع ہو گئے ہیں اس لئے جو شخص باوجود دشمنوں کے تین حلقوں سے گھرا ہوا ہونے کے آرام سے سوتا ہے وہ بیوقوف ہے اور خصوصاً جسے جاگنے اور دشمن کے مقابلہ کے لئے تیاری کا موقع دیا جائے اور پھر وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو

اس سے بڑا اور کوئی بوجھ قوت نہیں ہو سکتا۔ سو تم ان دنوں میں جو رمضان کے بابرکت ایام ہیں خوف خدا کو مدنظر رکھ کر دعائیں کرو تا کہ خدا تعالیٰ اس اندرونی فتنہ کو دور کر دے۔ تم خوب سمجھ رکھو کہ خدا تعالیٰ کی نصرت کے بغیر نہ پہلے کچھ ہوا ہے اور نہ اب کچھ ہو گا۔ تمہارے پاس فوج، لشکر، عزت، دولت، آلات وغیرہ کچھ نہیں جس سے تم تمام دنیا کا مقابلہ کرو تمہاری کامیابی کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اگر اس کو پکڑو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی چوکھٹ کو پکڑ لو اور اسی کے آگے عرض کرو کہ ہمیں تمام دشمنوں سے بچا۔ ایک ڈاکو اس وقت کسی کے مال پر حملہ کرتا ہے جب کہ وہ پولیس کے ہیڈ کوارٹر سے دور ہوتا ہے اور اگر تھانہ کے پاس ہو تو وہ حملہ نہیں کرتا۔ تم بھی خدا تعالیٰ کے حضور گر جاؤ اور اس کی چوکھٹ پکڑ کر اس کی پناہ مانگو۔ پھر تم پر کوئی حملہ نہ کر سکے گا اور اگر کرے گا تو اُس بادشاہوں کے بادشاہ کے سپاہی اس کو خود پکڑ کر سزا دیں گے۔

پس یہ دن ضائع مت کرو۔ فتنے بند نہیں ہو رہے بلکہ بڑھ رہے ہیں مصائب کم نہیں ہو رہے بلکہ زیادہ ہو رہے ہیں اس لئے تم سستی نہ کرو۔ مسلمانوں کی تاریخ پڑھ کر حیرانی آتی ہے کہ عین جنگ کے موقع پر باقاعدہ تہجد پڑھتے تھے۔ سارا دن لڑائی میں مشغول رہتے اور رات کو بجائے سونے کے عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ جنگِ یرموک میں عیسائی بادشاہ نے اپنے ایک آدمی کو کوئی بات دریافت کرنے کے لئے رات کو مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا۔ اُس نے واپس آکر کہا ہم کبھی ان پر غالب نہیں آسکتے۔ ہمارے سپاہی تو راستہ میں ہی کمریں کھولنی اور ہتھیار اتارنے شروع کر دیتے ہیں تاکہ چل کر جلدی آرام کریں۔ لیکن وہ لوگ رات کو بھی دعاؤں اور خدا کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔

تم خدا تعالیٰ کا نام لو۔ کون پسند کرتا ہے کہ اس کا اپنا نام مٹا دیا جائے۔ نام کے بقا کے لئے ہی لوگ اولاد کے متمنی ہوتے ہیں۔ تو جب کمزور انسان پسند نہیں کرتا کہ اس کا نام مٹ جائے تو وہ بڑی قدرتوں اور طاقتوں والا خدا کب پسند کرتا ہے کہ اس کا اپنا نام مٹا دیا جائے۔ اگر تم خدا تعالیٰ کے نام لیوا ہو گے تو تمہارا مٹانا خدا تعالیٰ کے نام کا مٹانا ہو گا۔ پس اس کی چوکھٹ پر گر جاؤ اور دعاؤں میں لگے رہو۔ ممکن ہے کہ تم میں سے کسی کی دعا قبول ہو جائے اور یہ موجودہ فتنہ دور ہو جائے۔

اس رمضان میں سے بہت سے فوائد حاصل کر کے گزرو۔ اور خدا تعالیٰ کی عبادت کرو۔ جب تمہارے ذریعے خدا تعالیٰ کا نام روشن ہو گا اور تم اُس کے دروازہ پر جھک جاؤ گے تو کوئی تمہیں تباہ نہیں کر سکے گا اور اگر تم اُس کے دروازے سے ہٹ جاؤ گے تو اس کو بھی تمہاری کوئی پرواہ نہ ہو گی۔ وہ کسی اور قوم کو بھیجے گا کیونکہ وہ ہمارا محتاج نہیں بلکہ ہم اس کے محتاج ہیں۔ ایک باغبان باغ میں درخت لگاتا ہے لیکن جو بے پھل درخت ہوتا ہے اسے وہ کاٹ دیتا ہے تاکہ وہ جگہ کو بے فائدہ نہ گھیرے۔ پھر وہ جلانے کے کام آتا ہے۔ تو یہ باغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لگایا ہے۔ اگر یہ پھل نہ دے گا تو اور باغ لگایا جائے گا۔ پس جو کوئی اس باغ میں بے پھل کھڑا ہے

اُس کو بہ نسبت اُس درخت کے جو جنگل میں کھڑا ہے ۔ زیادہ ڈرنا چاہیئے کیونکہ جنگل میں بے پھل اور خاردار درخت بھی کھڑے رہ سکتے ہیں لیکن باغ میں ایسے درختوں کو ضرور کاٹ دیا جاتا ہے ۔ تم اس باغ کے درخت ہو تمہارے لیئے اوروں کی نسبت زیادہ خطرہ کی بات ہے۔ اِس لئے جو کوئی تم میں سے اپنے اندر بے پھل یا خاردار درخت کی سی خصلتیں دیکھتا ہے وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے تا کھل دار درخت بن سکے ۔

تم روزوں میں خاص طور پر خدا تعالےٰ کی عبادت میں لگ جاؤ تا کہ تمہارے لئے عید خوشی کا موجب ہو ۔ عید کی تمہیں اس لیئے خوشی نہ ہو کہ اُس دِن کھاؤ پیو گے بلکہ اس لئے کہ اس دن تم خدا کی خاص رحمتوں کے پھل اور میوے کھاؤ گے ۔ عید کا دن تمہارے لیئے اس لیئے خوشی کا دن نہ ہو کہ دوستوں اور عزیزوں سے ملو گے بلکہ اس لئے کہ خدا کی اور مخلوق اُس دن تم سے مل جائے

یہ بہت بابرکت مہینہ ہے جو اس سے فائدہ اٹھانا چاہے گا اُس پر خدا تعالےٰ کی بڑی بڑی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوں گی ؎ (بحوالہ الفضل ۶ ر اگست ۱۹۱۴ء)

خدا تعالیٰ کا واجب التکریم مہمانؑ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" افسوس کی بات ہے کہ مسلمان خود شریعت کی توہین کرتے ہیں ۔ چنانچہ دیکھو جنہوں نے اِن دنوں روزے رکھے ہیں وہ کچھ دُبلے نہیں ہو گئے سو جنہوں نے استخفاف کے ساتھ اس مہینہ کو گزارا ہے وہ کچھ موٹے نہیں ہو گئے ۔ ان کا بھی وقت گزر گیا اور ان کا بھی زمانہ گزر گیا ، جاڑہ کے روزے تھے ، صرف غذا کے اوقات کی ایک تبدیلی تھی ۔ سات آٹھ بجے نہ کھائی چار پانچ بجے کھالی باوجود اس قدر رعایت کے پھر بھی بہتوں نے شعائر اللہ کی عظمت نہیں کی ۔ اور خدا تعالےٰ کے اس واجب التکریم مہمان ماہ رمضان کو بڑی حقارت سے دیکھا ۔ اس قدر آسانی کے مہینوں میں رمضان کا آنا ایک قسم کا معیار تھا ۔ اور مطیع و عاصی میں فرق کرنے کے لئے یہ روزے میزان کا حکم رکھتے تھے ۔"

(روئداد جلسہ دعا صفحہ ۱۵)

ایمان کی دولت کی حفاظت کیجئے

محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ

انسان اپنی زندگی اور بقا کے لئے مختلف چیزوں کا محتاج ہے، کھانا۔ پینا۔ لباس۔ مکان۔ علم۔ بیوی۔ بچے۔ صحت، عزت، مال، آرام نیز اور بہت سی ضرورتیں اس کے ساتھ لاحق رہتی ہیں۔ ان احتیاجوں کو پورا کرنے کے لئے وہ مختلف مادی سامانوں سے کام لیتا ہے۔ بچپن میں والدین یا عزیز و اقارب ہوتے ہیں جو اس کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ پھر وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور خود محنت و مشقت کرتا اور ان کے پورا کرنے کے سامان فراہم کرتا ہے

انسانوں میں سے ایک طبقہ ایسا پیدا ہوتا ہے جو انھیں ایک اور راستہ بتاتا ہے جو آنکھوں سے نظر نہیں آرہا ہوتا۔ لیکن وہ طبقہ ایسا ہوتا ہے جن کی زندگی بتا رہی ہوتی ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے بلکہ واقعی کوئی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ اس حقیقت کو آنکھیں بے شک نہیں دیکھتیں لیکن دلوں کے اندر اس کی گواہی موجود ہوتی ہے۔ دل پہلے ہی مادی سامانوں سے اطمینان یافتہ نہیں ہوتے اور کسی اور چیز کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ اس چیز کے پانے کا راستہ ہی ان کے سامنے رکھا جاتا ہے اور دل بول اٹھتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہوگا۔ یہ راستہ بتانے والے لوگ اپنے اندر ایک غیر معمولی حُسن اور غیر معمولی کشش رکھتے ہیں۔ دل ان کے ساتھ تعلق پکڑنے میں اطمینان پاتے ہیں۔ یہ لوگ نبی کہلاتے ہیں یعنی ایسی خبریں دینے والے جو انسانی علم سے بالا ہوتی ہیں اور وہ راستہ بتانے والے جسے انسان خود نہیں دیکھ سکتا۔ ان کی باتوں کو سچی سمجھ کر مان لینا ایمان کہلاتا ہے

نبی ہمیں اُس خدا سے متعارف کراتے ہیں جو ہمیں پیدا کرنے والا اور ہر آن ہماری پرورش کرنے والا اور ہماری تمام ضرورتوں کے پورا کرنے کا سرچشمہ ہے ایک حد تک بغیر پہچان اور اطاعت کے بھی اور اس سے آگے ایمان اور اطاعت کے نتیجہ میں بھی۔ اس سے قبل ہمارے ذہنوں میں اس کا صرف ایک دھندلا سا نقشہ ہوتا ہے لیکن نبی اسے ہمارے سامنے اس کی تمام صفات اور قدرتوں کے ساتھ لے آتے ہیں۔ وہ ایسا ہے کہ ہم اس کے ساتھ گہرا تعلق بھی پیدا کر سکتے ہیں وہ ایسا ہے کہ ہمارے مانگنے پر ہمیں دیتا بھی ہے اور سب کچھ دیتا ہے کیونکہ اس کے خزانے لا انتہا اور بے حد و حساب ہیں اور ساری مخلوق کو سب کچھ دینے سے بھی ان میں اتنی کمی بھی نہیں آتی جتنی سمندر میں سوئی کے ناکے کو ڈبونے سے اس پر پانی لگنے سے آتی ہے۔ لیکن اُس سے لینے کے لئے سچے ایمان اور کامل فرمانبرداری کی ضرورت

ہے۔ اُس کا تعلق حقیقی آرام اور راحت پہنچاتا ہے۔ اُس کی معرفت روشنی بخشتی ہے۔ اور اس کی محبت دلوں کی غذا ہے۔ وہ کبھی بھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتا جب کہ باقی سب کچھ ہم سے الگ ہو جاتا ہے۔ اُس کا سایہ ہی اصل سایہ ہے باقی سب کہانیاں ہیں۔ بدقسمت ہے وہ انسان جو ایسے خدا کو نہ پا سکے

نبی اس زندگی کی اطلاع بھی دیتے ہیں جو مرنے کے بعد آئے گی۔ وہ دنیوی زندگی کی کدورتوں سے پاک اور ہمیشہ ہمیش کے لئے ہو گی وہاں بیماری نہیں آئے گی۔ بڑھاپا نہیں آئے گا۔ زوال نہیں آئے گا۔ موت نہیں آئے گی۔ وہاں ہر خواہش اور ہر ضرورت کو پورا کیا جائے گا۔ خدا کی ہمسائیگی نصیب ہو گی۔ اور وہ ہمسائیگی ہر راحت اور ہر لذت کو لائے گی۔ وہاں ترقیات پر ترقیات دی جائیں گی وہاں کی نعمتوں کا کوئی شمار نہ ہو گا۔ حسن سے لذت اندوز ہونا انسان کی سرشت میں ہے وہاں حسن کی اعلیٰ تجلیات ہوں گی۔ وہاں کوئی ناپاکی نہ ہو گی۔ کوئی خرابی نہ ہو گی نعمتوں کا انقطاع نہ ہو گا۔ وہ گھر راحت بخش اور دائمی ہو گا۔

نبی ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ اُس زندگی کے حصول کے لئے خدا پر ایمان اور اس کی اطاعت اور اس کے ساتھ تعلق کی ضرورت ہے ایسا تعلق جو بدی سے نفرت پیدا کر دے نیکی کو خوبصورت کر دکھائے۔ مشکل سے مشکل گھاٹی پر چڑھنے کی ہمت دے۔ دنیا کی آسائشوں اور لذتوں سے بے نیاز کر دے۔ قربانیوں کے لئے دل کو کھول دے۔ خدا کے لئے مصیبتیں اٹھانے کے لئے کمر کو مضبوط کر دے، آلام میں آرام محسوس کرائے اور اس تعلق کے سوا باقی سب تعلقات سے فارغ کر دے۔

اگر ہم یہ نہ کر سکیں گے تو ہمیں وہ زندگی نصیب نہ ہو سکے گی بلکہ ہمارا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ جہاں جلن اور سوزش اور حرقت ہو گی۔ جہاں درد اور کرب ہو گا۔ جہاں رونا اور دانت پیسنا ہو گا۔ جہاں تاریکی ہی تاریکی اور مصیبت ہی مصیبت ہو گی۔ جہاں انسان نہ زندہ رہے گا نہ مرے گا۔ عذاب اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ اُس وقت وہ کہے گا کاش وہ مٹی ہو جاتا۔ تا اسے یہ بُرا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اس کی یہ مصیبت ختم ہوتی نظر نہ آئے گی یہاں تک کہ وہ اسے ابدی سمجھے گا وہاں انسان کے کبر کو جو اس کے ایمان کے راستہ میں روک بن گیا تھا توڑ دیا جائے گا اور چُور چُور کر دیا جائے گا۔ اس کی غفلت کو جس نے اسے اعمال صالحہ سے محروم رکھا تھا جلا دیا جائے گا اُس کے مال کو جو اس نے خدا کے لئے چھوڑنا گوارا نہ کیا تھا آگ کے ستون بنا دیا جائے گا جن کے ساتھ اسے باندھ دیا جائے گا وہاں اس کی جان کو جو اس نے خدا کیلئے قربان کرنی نہ چاہی تھی اس کے لئے وبال بنا دیا جائے گا۔ غرضیکہ وہاں ہر خامی کو اور ہر بدی کو آگ کے ذریعہ مٹایا جائے گا۔ یہ سب اس لئے ہو گا کہ وہ خدا کے رسول کی باتوں پر ایمان نہ لایا اور ان پر عمل نہ کیا۔ ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔

نبی ہمیں اس کلام کی طرف بھی رہنمائی کرتا ہے جو اس پر خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے وہ ہمیں نازل ہوتا ہوا دکھائی

نہیں دیتا۔ لیکن ان میں سے محفوظ کیا گیا کلام (قرآن کریم) اپنی صداقت کی شعاعوں سے، اپنی تعلیم کی روشنی سے، صفات الٰہی کے بیان سے، زبان کی فصاحت سے، اخبار غیبیہ کے اظہار سے، نظام روحانی کی تفصیل سے، دلائل کی قوت سے، اور اپنی عظیم تاثیر دل اور بے شمار دوسری خوبیوں سے صاف بتا رہا ہے کہ وہ واقعی خدا کا کلام ہے۔ وہ ہمیں ایک مکمل ضابطہ حیات دیتا ہے جسے اختیار کرنے سے حقیقی کامیابی مل سکتی ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔
نبی ہمیں فرشتوں کا وجود بھی بتاتے ہیں جو مومنوں کو تقویت بخشنے والے اور ان کے دلوں میں نیک حرکتیں پیدا کرنے والے ہیں۔ تا ان کے لئے یہ مشکل راستہ طے کرنا آسان ہو جائے۔ بندوں کے لئے خدا کا کلام بھی وہی لاتے ہیں اور اس کے احکام کو نافذ بھی وہی کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ تعلق خدا کے قریب کرتا ہے۔

یہ سب راستے ایمان کی بدولت ہی کھلتے ہیں اور یہ سب حقیقتیں اس کے طفیل ہی ظاہر ہوتی ہیں۔ مادیت اس چند روزہ زندگی کی آسائش کی امید دلاتی ہے لیکن آخرت کی ابدی زندگی کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ مادیت مال و دولت کے ساتھ برائیوں اور بے حیائیوں کا طوفان لاتی ہے جس میں انسانیت کے اعلیٰ جوہر غرق ہو جاتے ہیں۔ مادیت ہوا و حرص کی آگ کو بھڑکاتی اور دلوں کے اطمینان کو چھین لیتی ہے۔ مادیت ظاہری چمک رکھتی ہے لیکن اندرونی تاریکی پیدا کرتی ہے۔ مادیت جو متاع قلیل دیتی ہے ہزار ذلتوں اور رسوائیوں کے برداشت کرنے کے بعد دیتی ہے۔ اس کے مقابل میں ایمان ابدی زندگی کی بہتری کا ضامن بنتا ہے اور اس دنیا کو بھی نظر انداز نہیں کرتا اور اسے اچھا بناتا ہے وہ مال و دولت کو خدا کے لئے قربان کرواتا ہے لیکن خدا کی معرفت اور اس کی دولت سے مالا مال کرتا ہے جس سے ایک عاجز بندے پر خدائے عظیم کی صفات کا رنگ چڑھ جاتا ہے وہ انسانیت کے اعلیٰ جوہروں کی پرورش اور نشوونما کرتا ہے وہ اس چند روزہ زندگی میں پاکیزگی اور فلاح کے حصول کے لئے محنت اور مشقت ضرور کرواتا ہے لیکن اس کے اندر بھی لذت پیدا کر کے اس کو آسان کر دیتا ہے اور حقیقی اور دائمی راحت اور نعمتوں کو میسّر کرتا ہے۔ یہ کہنا سچ اور بالکل سچ ہے کہ مادیت اگر ایک کھوٹہ پیسہ پیش کرتی ہے تو ایمان لا انتہا خزانے بخشتا ہے۔

ایمان اور اس کے ثمرات کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"بھائیو یقیناً سمجھو کہ نجات ایمان سے وابستہ ہے اور ایمان امور مخفیہ سے وابستہ ہے۔ اگر حقائق اشیاء مستور نہ ہوتے تو ایمان نہ ہوتا اور اگر ایمان نہ ہوتا تو نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ ایمان ہی ہے جو رضائے الٰہی کا وسیلہ اور مراتب قرب کا زینہ اور گناہوں کا زنگ دھونے کے لئے ایک چشمہ ہے اور ہمیں جو خدا تعالیٰ کی طرف حاجت ہے اس کا ثبوت ایمان ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے کیونکہ ہم اپنی نجات کے لئے اور ہر ایک دکھ سے راحت پانے کے لئے خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

اور وہ نجات صرف ایمان سے ہی ملتی ہے۔ کیا دنیا کا عذاب اور کیا آخرت کا دونوں کا علاج ایمان ہے۔ جب ہم ایمان کی قوت سے ایک مشکل کا حل ہو جانا غیر ممکن نہیں دیکھتے تو وہ مشکل ہمارے لئے حل کی جاتی ہے۔ ہم ایمان ہی کی قوت سے خلاف قیاس اور بعید از عقل مقاصد کو بھی پا لیتے ہیں۔ ایمان ہی کی قوت سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتی ہیں اور اَن ہونی باتیں ہو جاتی ہیں۔ پس ایمان ہی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے۔ خدا فلسفیوں سے پوشیدہ رہا اور حکیموں کو اس کا کچھ پتہ نہ لگا مگر ایمان ایک عاجز دلق پوش کو خدا تعالیٰ سے ملا دیتا ہے اور اس سے باتیں کرا دیتا ہے۔ مومن اور محبوب حقیقی میں قوت ایمانی دلالہ ہے۔ یہ قوت ایک مسکین، ذلیل، خوار، مردودِ خلائق کو اس قصرِ مقدس تک جو عرش اللہ ہے پہنچا دیتی ہے اور تمام پردوں کو اٹھاتی اٹھاتی دلآرام ازلی کا چہرہ دکھا دیتی ہے۔ سو اٹھو ایمان کو ڈھونڈو اور فلسفہ کے خشک اور بے سود ورقوں کو جلاؤ کہ ایمان سے تم کو برکتیں ملیں گی۔ ایمان کا ایک ذرہ فلسفہ کے ہزار دفتر سے بہتر ہے اور ایمان سے صرف آخری نجات نہیں بلکہ ایمان دنیا کے عذابوں اور لعنتوں سے بھی چھڑا دیتا ہے اور روح کے تحلیل کرنے والے غموں سے ہم ایمان کی برکت سے نجات پاتے ہیں۔ وہ چیز ایمان ہی ہے جس سے مومنِ کامل سخت گھبراہٹ اور قلق اور کرب اور غموں کے طوفان کے وقت اور اس وقت کہ جب ناکامی کے چاروں طرف سے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور اسباب عادیہ کے تمام دروازے مقفل اور مسدود نظر آتے ہیں مطمئن اور خوش ہوتا ہے۔ ایمان کامل سے سارے استبعاد جاتے رہتے ہیں اور ایمان کو کوئی چیز ایسا نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ استبعاد۔ اور کوئی ایسی دولت نہیں جیسا کہ ایمان۔ دنیا میں ہر ایک ماتم زدہ ہے مگر ایمان دار۔ دنیا میں ہر ایک سوزش اور حرقت اور جلن میں گرفتار ہے مگر مومن۔ اے ایمان کیا ہی تیرے ثمرات شیریں ہیں۔ کیا ہی تیرے پھول خوشبودار ہیں۔ سبحان اللہ کیا عجیب تجھ میں برکتیں ہیں۔ کیا ہی خوش نور تجھ میں چمک رہے ہیں۔ کوئی ثریا تک نہیں پہنچ سکتا مگر وہی جس میں تیری کششیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کو یہی پسند آیا کہ اب تو آوے، فلسفہ جاوے۔ ولا رادّ لفضلہٖ"

(آئینہ کمالات اسلام حاشیہ صفحہ ۲۷۰)

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم ایمان کی دولت کی حفاظت کریں کہ اس جیسی کوئی اور دولت نہیں۔ وما توفیقنا الّا باللّٰہ العلی العظیم۔ وھو ارحم الرحمین۔ والحمد للّٰہ ربّ العالمین۔

☆

روحانی نظام کے تقاضے

(مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم اے، قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

باہمی اتحاد و اتفاق مسلمانوں کے لئے ایک نعمتِ عظمےٰ تھا جب تک وہ متحد و متفق رہے خدا تعالےٰ کا فضل ان کے شاملِ حال رہا، وہ تھوڑے ہو کر بہتوں پر غالب آتے رہے، اور دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتے چلے گئے۔ لیکن جب انھوں نے اس کی قدر نہ کی اور آپس کی محبت و اخوت کی بجائے ان کے دلوں میں بغض و عناد کے جذبات پیدا ہو گئے۔ اور وہ ان سے مغلوب ہو گئے تو ان کی جمعیت ختم ہو گئی۔ اتحاد و اتفاق ناپید ہو گیا۔ ان میں نظام قائم نہ رہا اور وہ اپنی عظمت و شوکت کھو بیٹھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس زمانہ میں جہاں خدا کے فضل سے گم شدہ اسلام کو دوبارہ دنیا میں ایک زندہ مذہب کی حیثیت میں قائم فرمایا، وہاں آپ نے گمشدہ اتحاد و اتفاق اور باہمی محبت و اخوت کے نظام کو بھی جماعت میں دوبارہ قائم کر دیا جب کہ آپ نے فرمایا:۔

"جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجودِ واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی قوت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ ..... پس میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اوّل خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے یاد رکھو جب تک تم میں سے ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ..... میرے وجود سے

انشاءاللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔ باہم عداوت کا سبب کیا ہے؟ بخل ہے، رعونت ہے، خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔ میں نے بتلایا ہے کہ میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔"

(ملفوظات جلد دوم صہ ۴۸ - ۴۹)

حضور علیہ السلام نے جماعت کو اتحاد و اتفاق کی اس قدر تاکید کیوں فرمائی اور وہ لوگ جو باہم محبت و اخوت سے نہیں رہ سکتے انہیں جماعت سے الگ کر دینے کے عزم کا اظہار کیوں فرمایا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ روحانی جماعتیں عظیم مقصد لے کر کھڑی ہوتی ہیں جس کے حصول کے لئے یک جہتی اور یک رنگی کی ضرورت ہوتی ہے اس کے بغیر کوئی قوم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی اور یک جہتی اور یک رنگی قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر کسی قوم کے افراد باہم لڑتے جھگڑتے رہیں اور ان میں آپس میں اختلافات ہوں ایسی صورت میں ان کی تمام تر قوتیں مقصد براری کی بجائے آپس میں لڑنے جھگڑنے میں صرف ہو جاتی ہیں، جس سے ان کے عظیم مقصد کو نقصان پہنچتا ہے اس لئے روحانی جماعتوں کے افراد ایک نظام کے پابند اور ایک سلک میں منسلک ہوتے ہیں۔ وہ سب ایک ہی رنگ میں رنگین ہوتے ہیں اور انہیں ایک ہی دھن ہوتی ہے کہ وہ اس عظیم مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ جس کے لئے وہ کھڑے ہوئے ہیں اس غرض کے لئے وہ ایک ہاتھ کے اشارے پر اٹھتے اور ایک ہاتھ کے اشارے پر بیٹھتے ہیں اور ان کے ہر کام میں یگانگت اور یک رنگی کا یہی جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔

مومن خدا کی رضا کے حصول کے لئے (کہ وہ اسی میں علیٰ راحت محسوس کرتے ہیں) ایک نبی اور مامور کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنا سب کچھ بیچ دیتے اور وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ کے مطابق اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھ لیتے ہیں۔ ان کی مثال اونٹوں کی قطار کی سی ہوتی ہے جن میں اطاعت کا مادہ ودیعت کیا گیا ہے۔ اونٹ ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کی بجائے ایک دوسرے کے پیچھے منظم طریق پر چلتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی نکیل ایک رہبر کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ اس کے پیچھے چلتے چلے جاتے ہیں اور اس سے سرمو انحراف نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ اپنی منزل مقصود تک جا پہنچتے ہیں۔ اسی طرح مومنوں کی جماعت ایک امام کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتی ہے اور پھر باہم اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھتے ہوئے ایک نظام کے ماتحت اس کی اتباع کرتی چلی جاتی ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (الغاشیہ) کی آیت شریفہ میں مذہبی جماعتوں کے روحانی نظام کی اسی کیفیت اور امامت و نبوت کی حقیقت کو واضح فرمایا ہے۔ أَفَلَا يَنظُرُونَ میں اس نظام پر غور و خوض کی دعوت دی گئی تا مومنوں کی جماعت اس آیت کے معارف پر ہمیشہ نظر رکھے اور اپنے کردار اعمال اور افعال میں ہمیشہ یک جہتی، اتحاد و اتفاق اور ہم آہنگی کو ملحوظ رکھے اور اسے قائم رکھتے ہوئے

اپنے امام کی اتباع کرتی چلی جائے۔ روحانی نظام کے اسی فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف میں جو یہ آیت آئی ہے افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ یہ آیت نبوت اور امامت کے مسئلہ کو حل کرنے کے واسطے بڑی معاون ہے اونٹ کے عربی زبان میں ہزار کے قریب نام ہیں اور پھر ان ناموں میں سے ابل کے لفظ کو جو لیا گیا ہے اس میں کیا سِر ہے۔ الی الجمل بھی تو ہو سکتا تھا۔؟ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جمل ایک اونٹ کو کہتے ہیں اور ابل اسم جمع ہے یہاں اللہ تعالیٰ کو چونکہ تمدنی اور اجتماعی حالت کو دکھانا مقصود تھا اور جمل میں جو ایک اونٹ پر بولا جاتا ہے یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا تھا۔ اس لئے ابل کے لفظ کو پسند فرمایا اونٹوں میں ایک دوسرے کی پیروی اور اطاعت کی قوت رکھی گئی ہے۔ دیکھو اونٹوں کی ایک لمبی قطار ہوتی ہے اور وہ کس طرح پر اس اونٹ کے پیچھے ایک خاص انداز اور رفتار سے چلتے ہیں اور وہ اونٹ جو سب سے پہلے بطور امام اور پیش رو کے ہوتا ہے۔ وہ ہوتا ہے جو بڑا تجربہ کار اور راستہ سے واقف ہو۔ پھر سب اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے برابر رفتار سے چلتے ہیں اور ان میں سے کسی کے دل میں برابر چلنے کی ہوس پیدا نہیں ہوتی جو دوسرے جانوروں میں ہے جیسے گھوڑے وغیرہ میں، گویا اونٹ کی سرشت میں اتباع امام کا مسئلہ ایک مانا ہوا مسئلہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے افلا ینظرون الی الابل کہہ کر اس مجموعی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب کہ اونٹ ایک قطار میں جا رہے ہیں اسی طرح پر ضروری ہے کہ تمدنی اور اتحادی حالت کو قائم رکھنے کے واسطے ایک امام ہو . . . . انظر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیکھنا بچوں کی طرح کا دیکھنا نہیں ہے بلکہ اس سے اتباع کا سبق ملتا ہے کہ جس طرح پر اونٹ میں تمدنی اور اتحادی حالت کو دکھایا گیا ہے اور ان میں اتباعِ امام کی قوت ہے اسی طرح پر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اتباعِ امام کو اپنا شعار بنا دے کیونکہ اونٹ جو اس کے خادم ہیں ان میں بھی یہ مادہ موجود ہے"

(ملفوظات جلد دوم صہ ۱۳۳-۱۳۴)

سورہ الغاشیہ کی ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۔ دیکھو تو سہی میں نے اونٹ کی سرشت میں اطاعت اور فرمانبرداری کا کیسا شاندار مادہ ودیعت کیا ہے وَ اِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ اگر تم بھی امام وقت اور اس کے قائم کردہ نظام کی اطاعت کرتے چلے جاؤ تو آسمان کی رفعتیں تمہارے مقدر میں ہوں گی۔ وَ اِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ

اس صورت میں تم میں نہایت اعلیٰ درجہ کا استحکام اور مضبوطی پیدا ہو جائے گی اور نہیں کوئی طاقت متزلزل نہ کر سکے گی اسی طرح جس طرح پہاڑوں کو اپنی جگہ سے کوئی شخص نہیں ہٹا سکتا۔ تم میں پہاڑوں کی سی مضبوطی اور استحکام پیدا ہو جائے گا۔ وَ إِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ لیکن اگر تم نے اطاعت شعاری سے کام نہ لیا، فرمانبرداری کو نہ اپنایا اور بغاوت سرکشی اور نشوز سے کام لیا تو ریت کے ذروں کی طرح تم بکھر جاؤ گے تمہاری جمعیت جاتی رہے گی۔ ذلت و خواری تمہارے نصیب میں ہو گی اور تم زمین کی طرح پاؤں تلے روندے جاؤ گے عیاذاً باللہ۔

پس ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے افراد ہیں ہمیں ان آیات کے مفہوم کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے اور اطاعت اور اتباع امام کو اپنا شعار بنائے رکھنا چاہیئے تاکہ ہم اس عظیم مقصد کو، جو غلبہ اسلام ہے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ہمارا ہر قول اور ہمارا ہر فعل امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی زریں ہدایات کے مطابق ہو۔ ہمیں حضور کے فرمودہ ارشادات سے راہنمائی حاصل کرنی چاہیئے اور ہر مشکل اور کٹھن منزل پر دیکھنا چاہیئے کہ ایسے حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے کیا کیا ہدایات ہیں۔ ہمیں ہمیشہ جماعتی اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھتے ہوئے ایک نظام کے تحت منزلِ مقصود کی طرف بڑھتے چلے جانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خودروی کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہو لو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"جو شخص میری اِس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اس کی ہستی پر آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرامکاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خودروی کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہو لے، میں اس شخص کو اُس کتے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا۔ جہاں مُردار پھینکا جاتا ہے اور جہاں سڑے گلے مردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔ کیا میں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اس طرح پر دیکھنے کے لئے ایک جماعت ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کرے گا۔"

(تذکرۃ الشہادتین صـ۵۶)

سچی معرفت

(محترم میر محمد بخش صاحب ایڈووکیٹ گوجرانوالہ)

معرفت کے معنی کسی چیز کی جان پہچان یا اس کا علم حاصل کرنا ہیں اور یہ جان پہچان شروع میں معمولی یا سرسری ہوتی ہے لیکن جب ہمیں اس چیز کی خوبیوں یا صفات کا پورا علم ہو جاتا ہے تو ہم اس کی حقیقی معرفت حاصل کر لیتے ہیں اور یہی اس چیز کی سچی معرفت ہے۔ مثال کے طور پر جب ایک شخص کا کسی دوسرے شخص سے تعارف کرایا جاتا ہے تو تعارف کرانے والا ان کے موٹے موٹے اوصاف بیان کر دیتا ہے لیکن بعد میں وہ ایک دوسرے سے میل ملاپ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے قریب ہو کر ایک دوسرے کی خوبیوں سے زیادہ واقفیت حاصل کرتے ہیں تو اس میل ملاپ کے نتیجہ میں ان کو ایک دوسرے کی صحیح اور سچی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح انبیاء دنیا میں ایسے وقت پر آتے ہیں جب انسان خدا کی ہستی کو بھول چکے ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی موٹی موٹی صفات سے انسانوں کو آگاہ کرتے ہیں۔ پھر وہ طریق پیش کرتے ہیں جس پر چل کر انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے جس کے نتیجہ میں اسے اللہ تعالیٰ کا صحیح عرفان حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پالیتا ہے۔

ہر چیز کے علم یا معرفت کے تین درجے ہیں پہلا درجہ علم الیقین کا ہے دوسرا عین الیقین اور تیسرا حق الیقین کا۔ قرآن مجید میں سورہ التکاثر میں ان تین درجاتِ علم کی نسبت توجہ دلائی گئی ہے۔ دنیا کے اعمال کی جزا سزا پا کر انسان اخروی جزا سزا کا علم الیقین حاصل کرتا ہے۔ اور برزخ میں اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھ کر اسے اس کا عین الیقین حاصل ہوتا ہے اور پھر جزا سزا کے دن اپنے اعمال کے نتیجہ میں جنت یا دوزخ میں پڑ کر اسے جزا سزا کا حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علم کے ان تین درجات کو بڑی شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے۔ حضور فرماتے کہ ایک شخص جب دُور سے دھواں دیکھتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ یہ دھواں کہیں آگ سے اٹھ رہا ہے اور اس طرح سے وہ آگ کا علم الیقین حاصل کرتا ہے۔ لیکن جب اس دھواں کی طرف جاتا ہے تو آگ کے شعلے بھی اسے نظر آ جاتے ہیں اور وہ آگ کا عین الیقین حاصل کر لیتا ہے اور پھر جب وہ آگ کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے اور آگ میں ہاتھ ڈال کر اس کی گرمی اور جلانے کا تجربہ بھی حاصل کر لیتا ہے تو پھر آگ کی نسبت اس کا علم حق الیقین کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بھی تین درجات ہیں۔ انبیاء دنیا میں ایسے وقت میں آکر جب کہ دنیا اللہ تعالیٰ کو بھول چکی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی موٹی موٹی صفات سے لوگوں کو آگاہ

کرتے ہیں اور اس طرح سے لوگ معرفت الٰہی کا علم الیقین حاصل کرتے ہیں اس کے بعد انبیاء کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل کر کے وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتے ہیں اور الٰہی صفات کا خود مشاہدہ کرتے ہیں اور عین الیقین کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کی گرمی میں جل کر اپنے آپ کو فنا کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اپنے لذیذ کلام سے ان کو مشرف کرتا ہے اور انا الموجود یا انا الحق، یا انت منی وانا منک کہہ کر اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے اور مجاہد فی سبیل اللہ اس کو اس طرح اپنی روحانی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے جیسے ہم دنیا کی اشیاء کو ظاہری آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اس طرح وہ معرفت الٰہی کے حق الیقین کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور یہی سچی معرفت ہے جو کہ انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے

اس مقام پر پہنچ کر ایسے انسان کے اپنے وجود سے خدائی صفات کا اظہار شروع ہو جاتا ہے اور اس کا وجود ہستی باری تعالیٰ کا گواہ بن جاتا ہے اور اس کے اندر سے انا الحق کی آواز آنی شروع ہو جاتی ہے بعض نادان غلط فہمی سے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ یہ اس کی آواز نہیں ہوتی بلکہ اس کے اندر سے خود خدا بول رہا ہوتا ہے اور دنیا والوں کو اپنی ہستی کا ثبوت مہیا کر رہا ہوتا ہے ایسے شخص کی حالت تو بعینہٖ اس لوہے کے ٹکڑے کے مانند ہوتی ہے جب آگ میں ڈالا جائے تو پہلے وہ آگ کی گرمی اخذ کرتا ہے اور پھر آگ کی گرمی سے روشن ہو کر آگ کی طرح چمک اٹھتا ہے اور خود آگ کی طرح جلانا بھی شروع کر دیتا ہے لیکن آگ سے علیحدہ ہو کر پھر لوہے کا لوہا ہی رہ جاتا ہے۔ اسی طرح عارف باللہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ میں پڑ کر اور اس کے نور سے منور ہو کر اس نور کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہ نور اس کا ذاتی نور نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہوتا ہے اور وہ اس نور کی وجہ سے خدا نما بن جاتا ہے لیکن یہ صورت اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک اس کا تعلق خدا سے رہتا ہے اور اگر کسی وجہ سے یہ تعلق قائم نہ رہے وہ لوہے کی ٹکڑے کی طرح اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے

معرفت کے اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے آج کل مسلمانوں نے نئے نئے طریقے ایجاد کر لئے ہیں۔ کوئی الٹا لٹک کر ذکر اذکار کرتا ہے اور کوئی گردن ہلا ہلا کر، اور کوئی یا عبد القادر شیئاً للہ کا ورد کر کے۔ اور اسی طرح بے سود اپنی جان کو ہلکان کرتے ہیں اور سیدھے راستہ کو چھوڑ کر اپنے اصل مقصد کو پانے سے محروم رہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے حصول کی طرف خود راہنمائی فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔	یعنی جو لوگ ہمیں پا لینے کی کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ان کی راہ نمائی کرتے ہیں اور تحقیق اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ اس لئے فرمایا کہ لوگ غلط راستوں پر چل کر اور اپنے اصل مقصد کے حصول میں ناکام رہ کر اُس کی ہستی سے مایوس نہ ہو جاویں۔ اور امید دلائی کہ اگر انسان نیکو کار بنے اور نیک نیتی سے اس کو پا لینے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ خود اس کی رہنمائی کرے گا۔ اور اس کے ساتھ ہو جائے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو پا لے گا اور اُسے سچی معرفت حاصل ہو جائے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تلاش کے صحیح راستے خود ہی تجویز فرمائے ہیں:

پہلا طریق۔ پیروی انبیاء

اللہ تعالیٰ انبیاء کو دیگر انسانوں کے لئے نمونہ بنا کر بھیجتا ہے تاکہ ان کے نمونہ کو دیکھ کر ان کی ہمت بندھے کہ اگر انسان خدا تعالیٰ کی صحیح تلاش کرے تو وہ اُس کو پا سکتا ہے بشرطیکہ وہ ان کے نقش قدم پر چلے اور جو تعلیم وہ پیش کریں اس پر عمل کرے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ نسل انسانی کے بہترین نمونہ کو ہمارے لئے مبعوث فرمایا اور ہمیں بہترین امت ہونے کا شرف عطا کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ اور ہماری نسبت یوں فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ اس لئے اگر ہم معرفت تامہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں صدق دل سے نبی کریمؐ کی پیروی کرنی چاہیئے اور جو تعلیم حضور نے پیش کی ہے اُس پر پوری طرح عمل پیرا ہو جانا چاہیئے۔

دوسرا طریق۔ اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرنا

مثال کے طور پر ہم اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر چیز کو اس نے پیدا کیا۔ ہم کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اگر ہم اپنی پیدائش پر غور کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ ہم کو حقیر نطفہ سے بنایا گیا ہے جو پیدائش سے پہلے قابل ذکر نہ تھا اور اگر اللہ تعالیٰ اُس نطفہ کو نہ بناتا تو ہم اس دنیا میں موجود نہ ہوتے اور کوئی دیگر ہستی اس بات پر قادر نہ تھی کہ ہمیں دنیا میں لائے۔ اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کو ربّ مانتے ہیں اگر اس کی ربوبیت ہمارے شامل حال نہ ہوتی تو نطفہ سے مضغہ اور مضغہ سے بچہ نہ بنتا اور نطفہ کی تخلیق کے بعد ہر آن اس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ پھر پیدائش کے بعد بچہ سے ترقی دے کر جوان اور جوان سے بوڑھا انسان بنایا۔ اگر ان تمام حالات میں وہ ہماری ربوبیت نہ کرتا تو کیا کوئی اور ہستی تھی جو ہمیں اس مقام پر پہنچا سکتی

پھر ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ رحمان ہے ابھی ہم ماں کے پیٹ میں ہی تھے اُس نے ماں کے خون سے ہماری پرورش کی اور پیدا ہونے کے بعد اس کی چھاتیوں میں ہمارے لئے دودھ پیدا کر دیا۔ اور پھر تمام زندگی ہماری زندگی کے لئے ضروری سامان مہیا کیئے جو کہ محض اس کی صفت رحمانیت کے تحت عطا کیئے گئے ورنہ ہمارا

کونسا عمل تھا جس کے نتیجہ میں یہ چیزیں ہمیں دی گئیں ۔ ہم مانتے ہیں کہ وہ رحیم ہے اور جب کبھی ہم کوئی عمل کرتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں وہ بڑھ چڑھ کر ہمیں اس کا اجر دیتا ہے

غرضیکہ جس قدر ہم اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر اور دیگر صفات پر غور کریں گے ہم پر اس کی اصل حقیقت کھل جائے گی ۔ اور ہمیں اس کی سچی معرفت نصیب ہو گی ۔ اسی لئے نبی کریمؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی جس قدر انسان اپنے نفس پر غور کرے گا اور اس کو جاننے کی کوشش کرے گا اُسی قدر اس کو معرفت الٰہی حاصل ہو جائے گی اور اس پر اللہ تعالیٰ کی صفات کی حقیقت منکشف ہو جائے گی اور وہ جان لے گا کہ وہی میرا خالق ہے ، وہی ربّ ہے وہی رحمان ہے اور وہی رحیم ہے اور اس کی روح آستانہ الوہیت پر گر جائے گی ۔ اور پکار اٹھے گی ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

تیسرا طریق ۔ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنا ۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہے ؟ ذکر کے معنی یاد کرنا ہے ۔ اور ذکر الٰہی کے یہ معنے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو سامنے رکھ کر بار بار اسے یاد کیا جاوے اور دل سے ان کا اقرار کیا جاوے اور اپنے گردوپیش اُس کی قدرتوں کا معائنہ کیا جاوے ۔ بڑے بڑے ذکر مندرجہ ذیل ہیں :-

۱ ۔ نماز ۔ ۲ ۔ قرآن کریم کا پڑھنا ۔ ۳ ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو تکرار سے بیان کرنا اور جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو ان میں رنگین کرنا ۔ ۴ ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کو علیحدگی میں یاد کیا جاتا اُسی طرح لوگوں میں بھی ان کا اظہار کرنا ——— اس وقت ان اذکار کی تفصیل بیان کرنا میرے مضمون سے باہر ہے اس لئے اختصار کے ساتھ ان کے چند فوائد کی طرف توجہ دلا دیتا ہوں ۔

سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کا حسن اور احسان ذکر کرنے والے کے سامنے آجائے گا اور اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی جو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے اشد ضروری ہے ۔ انسان ہر اس چیز سے محبت کرتا ہے جس کے اندر یا تو ذاتی خوبیاں ہوں یا اس کی ذات سے انسان کو فائدہ پہنچتا ہو ۔ اور جب انسان کسی چیز سے محبت کرتا ہے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ایسے افعال کرے جن کو اس کا محبوب پسند کرے ، اور اس سے خوش ہو جائے ۔ اور اس کا محبوب خود اس سے محبت کرنے لگ جائے ۔

دوسرا بڑا فائدہ ذکر الٰہی کا یہ ہے کہ اس کے اندر خوف الٰہی پیدا ہو گا اور وہ ان افعال سے باز رہے گا جن کو کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے تاکہ اس کا محبوب اس سے ناراض نہ ہو جائے اور اس طرح وہ گناہ کی زندگی سے بچ جائے گا اور پاکیزہ زندگی اختیار کرلے گا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے ۔ مثال کے طور پر جب وہ اللہ تعالیٰ کی صفت

مالک یوم الدین کا بار بار ذکر کرے گا اور اسے جزا وسزا کے دن کا مالک تصور کرے گا تو گناہ کی زندگی سے اسے خود بخود نفرت پیدا ہو جائے گی اور نیک اعمال کی طرف رغبت پیدا ہوگی جو اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے۔

سچی معرفت کے لئے نبی کریمؐ کی پیروی کرنا از حد ضروری ہے ایسا کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ — اے رسول کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے

فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ — ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نسخہ بیان فرمایا ہے کہ اگر تم میرے محبوب بننا چاہتے ہو تو میرے رسولؐ کی پیروی کرو۔ یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ نبی کریمؐ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور ایسے محبوب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ پر ظاہر فرمایا کہ اگر میں تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں کسی چیز کو بھی پیدا نہ کرتا اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ اگر کسی کے محبوب سے محبت کی جاوے تو محب ایسے محبت کرنے والے کو بھی اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور محبت کے اظہار کا بہترین طریق یہ ہے کہ محبوب کے ہر حکم کی تعمیل کی جاوے اور اس کی مکمل تابعداری اختیار کی جاوے اور یہی اس آیت کا منشا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کے محبوب یعنی نبی کریمؐ کی مکمل پیروی کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جائے اور تم اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاؤ۔

ایک دوسرے مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے اسی طرف توجہ دلائی ہے کہ سچی معرفت کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کا یہ مقصد قرار دیا ہے، کہ وہ عبد بنے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝ نہیں پیدا کیا میں نے بڑے لوگوں اور چھوٹے لوگوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ یعنی وہ عبد اللہ بن جاویں۔ دنیا میں بہترین عبد اللہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے عبد اللہ بننے کا صحیح طریق یہ ہے کہ انسان نبی کریمؐ کی مکمل اطاعت اور پیروی کرے تاکہ سچی معرفت اسے حاصل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم اس کے صحیح معنوں میں عبد بن جائیں اور ہمارا معبود حقیقی ہم سے راضی ہو جائے۔ آمین

⁂

"یہ روح پرور اجتماع قربِ الٰہی کا آئینہ دار ہوتا ہے"

تا زیست اجتماع انصاراللہ میں شرکت کی تمنّا

اجتماع کے متعلق صوبائی امیر جماعتہائے احمدیہ مشرقی پاکستان کے تاثرات

ماہنامہ انصاراللہ کے گزشتہ شمارہ میں اجتماع انصاراللہ منعقدہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ نومبر ۱۹۶۴ء کے متعلق متعدد اصحاب کے تاثرات شائع کئے گئے تھے ذیل میں محترم جناب مولوی محمد صاحب صوبائی امیر جماعت ہائے احمدیہ مشرقی پاکستان کے تاثرات شائع کئے جاتے ہیں آپ اپنے گرامی نامہ بنام قائد صاحب عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ محررہ ۶ جنوری ۱۹۶۵ء میں تحریر فرماتے ہیں :-

"خاکسار کو گزشتہ ۲ دو سالوں سے اجتماع انصاراللہ میں شرکت کا موقع ملا ہے۔ مجھے اس بات کا دلی افسوس ہے کہ ان سے پہلے جتنے اجتماعات ہوئے ان میں خاکسار شرکت سے محروم رہا۔ یہ روح پرور اجتماعات گویا قربِ الٰہی کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ میری یہ تمنّا ہے کہ میں تا زیست ہر سال اجتماع انصاراللہ میں شرکت کر سکوں۔ اللّٰھم آمین"

والسلام

خاکسار محمد پراونشل امیر جماعت ہائے احمدیہ مشرقی پاکستان

تقویٰ اللہ اور قبولیتِ دُعا کا سرور

(مکرم چوہدری محمد شریف صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری)

"تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو۔ تا قبولیت دعا کا سرور حاصل ہو" یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔ اور حضور نے اس امر کے اظہار کے لئے یہ فرمایا ہے کہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جو قبولیت دعا کا مقام دلاتی ہے جس کے نتیجہ میں روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔ سرور کا لفظ اپنے معنی کے لحاظ سے اس قلبی کیفیت کو بیان کرتا ہے۔ جس میں انسان بشاشت تسکین قلب اور راحت اور لذّت محسوس کرتا ہے مثلاً ایک شخص کو سخت گرمی اور پیاس لگی ہو اور اس کو ٹھنڈا اور لذیذ شربت پلا دیا جائے تو اس کے نتیجہ میں اس کی گھبراہٹ اور گرمی دور ہو جاتی ہے اور ٹھنڈک اس کے جسم کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے اور وہ شخص اپنے دل میں خاص راحت اور لذّت محسوس کرتا ہے۔ یہ کیفیت مادی سرور کی ہوتی ہے لیکن قبولیت دعا کے نتیجہ میں جو سرور حاصل ہوتا ہے وہ روحانی سرور ہوتا ہے اور اپنی کیفیت کے لحاظ سے جسمانی سرور سے بدرجہا افضل ہوتا ہے اور یہ سرور صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو تقویٰ کے بلند مقام پر کھڑے ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:-

"دعا ایک ایسی سرور بخش کیفیت ہے کہ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں کن الفاظ میں اس لذّت اور سرور کو دنیا کو سمجھاؤں یہ تو محسوس کرنے سے ہی پتہ لگے گا" (ملفوظات جلد اوّل)

اس روحانی مقام کو حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان متقی ہو اور متقی بھی اعلیٰ درجہ کا ہو۔ تقویٰ کی بنیاد ایمان حاصل کرنے کے بعد اعمال صالح سے قائم ہوتی ہے اور اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے نفس امّارہ کے ساتھ ایک جنگ کرنی پڑتی ہے جو خوش قسمت لوگ اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور تقویٰ پر قائم ہو کر اس میں ترقی بھی کرتے ہیں ان کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور ان کی دعاؤں کا دائرہ زیادہ وسیع اور زیادہ اعلیٰ مقاصد کے لئے ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنی دعائیں پھر پھرا کر اپنی ذات تک یا اپنے اقربا تک محدود رکھیں بلکہ ان کی دعائیں اپنے رشتہ داروں اور دوستوں ملنے والوں، اپنی قوم اور اپنے ملک بلکہ ساری دنیا حتیٰ کہ اپنے دشمنوں کے لئے بھی ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:-

"میرا تو یہ مذہب ہے کہ دعا میں دشمن کو بھی باہر نہ رکھے۔ جس قدر دعا وسیع ہوگی اسی قدر فائدہ دعا کرنے والے کو ہوگا اور جس قدر دعا میں بخل کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے قرب سے دور ہوتا جائے گا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے عطیہ کو جو بہت وسیع ہے جو شخص محدود کرتا ہے اس کا ایمان کمزور ہے" (الحکم جلد ۴)

پھر حضور فرماتے ہیں :۔

"دعا کرنے والا کامل درجہ تک متقی ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کا مقبول وہی بندہ ہوتا ہے جس کا شعار تقویٰ ہو، اور جس نے تقویٰ کی باریک راہوں کو پکڑا ہو"

متقی کی تعریف و توصیف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار فرمائی ہے مثلاً فرمایا ہے اَلْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی یعنی نیک انجام تقویٰ سے پیدا ہوتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ فلاح کے حصول کے لئے تقویٰ ضروری ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ دعائیں اور قربانیاں متقیوں ہی کی قبول ہوتی ہیں اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت متقیوں کو حاصل ہوتی ہے پھر فرمایا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

(سورہ یونس)

یعنی سن لو کہ خدا تعالیٰ کے جو نیک بندے ہوتے ہیں ان پر کوئی خوف طاری نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ غم میں گرفتار ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے بشارتیں ہیں دنیا کی زندگی کے متعلق بھی اور آخرت کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

بڑے درجہ کے متقیوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک بھی چلا آرہا ہے کہ جو کچھ وہ اپنی دعاؤں میں مانگتے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ ان کو دیا جاتا ہے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے موقعہ پر ایک دعا مانگی تھی جس کا قرآن مجید میں اس طرح ذکر ہے

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ

اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب ابراہیم اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہا تھا اور (اس کے ساتھ) اسمٰعیل بھی (اور وہ دونوں کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے رب! ہماری طرف سے (اس خدمت کو) قبول فرما تو ہی ہے جو بہت

أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ
تُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ
أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ -

(البقرۃ ۱۲۸ تا ۱۳۰)

سننے اور بہت جاننے والا ہے اے ہمارے رب اور ہم یہ بھی التجا کرتے ہیں کہ ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک فرمانبردار جماعت بنا اور ہمیں ہمارے مناسب حال عبادت کے طریق بتا اور ہماری طرف اپنے فضل کے ساتھ توجہ فرما یقیناً تو اپنے بندوں کی طرف بہت توجہ کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے اور اے ہمارے رب ہماری یہ بھی التجا ہے) کہ تو انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھائے اور انھیں پاک کرے یقیناً تو ہی غالب اور حکمتوں والا ہے۔

یہ دعا تو صرف اس قدر تھی کہ ہماری اولاد میں سے ایسا رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انھیں پاک کرے لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کی دعاؤں کو اس شان سے قبول فرمایا کہ ایسا نبی مبعوث ہوا جو افضل الرسل ۔ خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین قرار دیا گیا۔

اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے ایک دعا کی جس کی قبولیت کا حیرت انگیز ظہور ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے :-

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ
هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ
عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ - قَالَ
اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ -
قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا وَ
تَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ
صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ
قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا
أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ
لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً
مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ
قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ

اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تیرے رب میں طاقت ہے کہ ہمارے لئے آسمان سے (کھانوں سے بھرا ہوا) ایک خوان اتارے (اس پر) مسیح نے کہا اگر تم سچے مومن ہو تو اللہ تعالےٰ کا تقوی اختیار کرو انھوں نے (یعنی حواریوں نے) کہا ہم چاہتے ہیں کہ اس مائدہ میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں (کہ ہمارا خدا قادر ہے) اور ہمیں یقین ہو جائے کہ تو نے ہم سے سچ بولا ہے اور ہم اس کے بارے میں گواہی دینے کے قابل ہو جائیں (اس پر) عیسیٰ بن مریم نے کہا اے اللہ اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے (کھانوں سے بھرا ہوا) طشت اتار جو ہم (مسیحیوں) میں سے پہلے حصہ کے لئے بھی عید کا موجب ہو اور آخری حصہ کے لئے بھی عید کا موجب ہو اور تیری طرف سے ایک نشان ہو اور تو اپنے

يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ -

(سورۃ المائدہ آیات ۱۱۳ تا ۱۱۶)

پاس سے ہم کو رزق دے اور تو سب رزق دینے والوں میں سے بہتر رزق دینے والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں ایسا مائدہ تم پر یقیناً نازل کروں گا پس جو کوئی بھی تم میں سے اس کے نازل ہونے کے بعد ناشکری کرے گا تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں سے کسی اور قوم کو ایسا عذاب نہ دوں گا

جیسا کہ پہلی آیت سے ظاہر ہے جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ سے مائدہ کی خواہش کی تو انھوں نے تقویٰ پر زور دیا اور فرمایا اتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین اور اس کے بعد انھوں نے مائدہ کے حصول کے لئے دعا کی اور اس کی قبولیت کا مشاہدہ ہم سب کر رہے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مائدہ سے مراد عیسائی حکومت لی ہے۔ جس کے دو دور آئے ہیں۔ ایک اسلام کے آنے سے قبل کا دور جس کی طاقت اسلام نے توڑی اور دوسرا اسلام کی کمزوری کے بعد کا دور جو ہم سب کو نظر آ رہا ہے اور جس میں عیسائیوں کی طاقت کا ڈنکا کرۂ ارض کے ہر براعظم میں بج رہا ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی اپنی زندگی انتہائی کمزوری کے عالم میں گزری تھی حضرت عیسیٰ کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا۔ ان کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور انھوں نے اُس زمانہ میں اپنے متعلق یہ دردناک الفاظ کہے کہ پرندوں کے لئے گھونسلے اور جانوروں کے لئے بھٹ ہیں لیکن ابن آدم کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اس زمانہ میں اگر وہ اپنے تخیل کو انتہائی بلندی پر بھی لے جاتے تو بھی عیسائیت کی موجودہ شان کا احاطہ نہ کر سکتے کیونکہ اس وقت کی معلومہ دنیا صرف رومن ایمپائر اور اس کے ملحقہ علاقوں تک محدود تھی اور زمین کے دوسرے براعظموں کا ان کو علم نہ تھا۔

پس اللہ تعالیٰ کا یہ طریق ہے کہ وہ بڑے درجہ کے متقیوں کی دعاؤں کو جب قبول فرماتا ہے تو ان کی خواہشات سے بہت زیادہ بڑھ چڑھ کر دیتا ہے۔ اس لئے دنیا میں صرف ایک ہی چیز ہے جو کہ انسان کے لئے حقیقی راحت و عزت کا موجب ہو سکتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کے نتیجہ میں وہ سرور پیدا ہوتا ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو وہ مقام حاصل ہو اور اس کی لذت کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے لیکن تقویٰ کے متعلق ایک اور بات بھی یاد رکھنی از حد ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ محض اعمال خواہ کتنے ہی عظیم الشان ہوں ہرگز اعلیٰ درجہ کا تقویٰ پیدا نہیں کر سکتے اس کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ بعض تعلقات کو بھی قائم کیا جائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر بھی میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی یہ شرف مکالمہ و مخاطبہ ہرگز نہ پاتا"

یعنی وقت کے مامور کی اتباع ضروری ہے اسی طرح آج کل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے بغیر یہ مقام کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور حضورؑ کی وفات کے بعد خلافت حقہ کے ساتھ وابستگی بھی اسی قدر ضروری ہے۔ (باقی ص۴۸ پر)

اقوامِ شرق و غرب کے نمائندوں کی تشریف آوری!

ایک خدائی وعدہ اور اس کا ہتم بالشان ظہور

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کا ۷۳ واں جلسہ سالانہ بجر ربوہ کی مقدس سرزمین میں ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۶۴ء کو خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام کی غرض سے دعاؤں، ذکرِ الٰہی اور انابت الی اللہ کے روح پرور ماحول میں منعقد ہوا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی خلافت موعودہ کی حقانیت کو دنیا میں ایک بار پھر روزِ روشن کی طرح عیاں کرنے کا موجب بنا۔ بفضل اللہ تعالیٰ روز افزوں ترقی کی بشارتیں اور تائید و نصرت کے وعدے اس شان سے پورے ہوئے کہ دل فرطِ مسرت سے جھوم اٹھے۔ اور جذباتِ تشکر سے لبریز ہو کر انھوں نے ربوہ کی مقدس سرزمین کو اپنے سجدہ ہائے شوق سے ایسا بسایا کہ فضا اللہ تعالیٰ کی تحمید و تمجید کے پُر کیف نغموں سے گونج اٹھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آج سے ۷۳ سال قبل اس للّٰہی جلسہ سالانہ کے آغاز کے وقت اس کی عظمت و اہمیت، اس کی وسعت و ترقی اور بے اندازہ افادیت کے متعلق بڑی بڑی عظیم الشان بشارتیں دی تھیں ان میں سے ایک بشارت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا:۔

> "اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔" (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

یہ اُس جلسہ کے آئندہ زمانہ میں پھلنے پھولنے اور بڑھنے کے متعلق بشارت تھی کہ جس کے انعقاد کے پہلے سال صرف ۷۵ اشخاص قادیان میں جمع ہو سکے تھے۔ بجز خدائے علیم و خبیر، قادر و عزیز کے کون یہ خبر دے سکتا تھا کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ جب اس جلسہ میں شمولیت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لئے برّ صغیر (پاک و ہند) کے کونہ کونہ سے ہی نہیں بلکہ دنیا کے دور دراز گوشوں سے بھی لوگ کھنچے چلے آئیں گے۔ ابتدائی جلسہ میں شریک ہونے والے

وہ ۳۱۳ صاحب بصیرت السّابقون الاوّلون بعد میں آنے والے لاکھوں انسانوں کے پیش رو تھے۔ وہ ایک ہی ملک اور ایک ہی قوم کے انتہائی خوش بخت و خوش نصیب گنتی کے ۳۱۳ افراد، پیش رو تھے۔ اقوام شرق و غرب سے تعلق رکھنے والے ان اسود و احمر کے جنہوں نے بعد ازاں اس میں شمولیت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لئے ہزارہا میل کی مسافت طے کر کے بصد اشتیاق آنا تھا اور خدائی وعدے کو بڑی شان کے ساتھ پورا کر دکھانا تھا۔

سو الحمد للہ ثم الحمد للہ امسال بھی خدائی وعدوں کے مطابق جہاں جلسہ میں شمولیت سے بہرہ ور ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر گئی وہاں قلب یورپ، مشرقی مغربی اور جنوبی افریقہ نیز عدن اور کویت وغیرہ سے ملکی غیر ملکی احمدی احباب اس کثرت سے آئے کہ سابقہ ریکارڈ مات ہو گئے۔ باہر سے آنے والوں میں (جن کی تفصیل ضمیمہ الفضل مورخہ ۲ر جنوری ۱۹۶۵ء میں شائع ہو چکی ہے) سوئٹزرلینڈ کے نوجوان مخلص احمدی مسٹر رفیق چانن، ٹانگانیکا (مشرقی افریقہ) کے مخلص احمدی بھائی جناب رشیدی مصبح، جماعتہائے احمدیہ گھانا (مغربی افریقہ) کے جنرل پریذیڈنٹ جناب محمد آرتھر، گھانا میں علاقہ اشانٹی کے ریجنل پریذیڈنٹ جناب الحاج حسن العطار اور احمدیہ مسلم مشن جنوبی افریقہ کے جنرل سیکرٹری جناب محمد حنیف ابراہیم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کیونکہ ان سب احباب نے جلسۂ سالانہ کے مختلف اجلاسوں میں احباب سے انگریزی اور اپنی ملکی زبانوں میں خطاب فرما کر اپنے اپنے ملک کے احمدیوں کا محبت بھرا اسلام پہنچایا اور ان کی طرف سے ایسی پرخلوص دعاؤں اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا کہ جنہیں سن کر بہت سے احباب آبدیدہ ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے اپنے ملک میں اسلام اور جماعت کی روز افزوں ترقی کے ایمان افروز حالات سنا کر کچھ کم محظوظ نہیں کیا بخود غیر ملکی احمدی برادران کی زبان سے خدائی وعدوں کی تکمیل کا یہ بیان واجب الاذعان ایمان و ایقان میں ازدیاد کے باعث از حد مسحور کن ثابت ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

علی الخصوص مورخہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۶۴ء کو جلسہ سالانہ کے افتتاحی اجلاس کے آخر میں جماعتہائے احمدیہ گھانا کے جنرل پریذیڈنٹ جناب محمد آرتھر جو وہاں کی مجلس قانون ساز کے رکن اور ہاؤسنگ کارپوریشن کے چیئرمین بھی رہ چکے ہیں جب اپنے قومی لباس "کینٹے" میں ملبوس اسٹیج پر تشریف لائے اور آتے ہی تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد گھانا کے ۵۴ ہزار احمدیوں کا محبت بھرا اسلام پہنچایا تو جلسہ گاہ میں بیٹھے ہوئے ہزاروں ہزار احباب پر ایک عجیب وارفتگی کا عالم طاری ہوا اور انہوں نے بلند آواز سے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے کے علاوہ۔ اللہ اکبر۔ اسلام زندہ باد، احمدیت زندہ باد، حضرت فضل عمر زندہ باد کے پرجوش اسلامی نعرے بلند کئے۔ آپ کی تقریر کے دوران فضا بار بار ان پرجوش اسلامی نعروں سے گونج اٹھتی رہی۔ آپ نے اپنی تقریر میں گھانا میں جماعت احمدیہ کے قیام کی مختصر تاریخ بیان کرنے اور پھر اس کی رفتار ترقی پر روشنی ڈالنے کے بعد بتایا کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گھانا کے طول و عرض میں تین سو جماعتیں قائم ہیں۔ وہاں مختلف

مقامات پر جماعت کے دس مشن ہاؤس اور ۱۶۲ مساجد ہیں۔ جماعت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ۲۰ مڈل اور پرائمری سکول، دو عربی مدارس اور ایک سیکنڈری سکول چلا رہی ہے۔ اِس وقت پاکستانی اور وہاں کے تربیت یافتہ مقامی مبلغین جن کی مجموعی تعداد چالیس کے قریب ہے وہاں تبلیغ اسلام کا فریضہ نہایت محنت اور جانفشانی سے ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ جماعت کے جاری کردہ سکولوں میں ایک صد اساتذہ تعلیم وتدریس کا کام کر رہے ہیں، جماعت کا مجموعی بجٹ جس میں سکولوں کی گرانٹ بھی شامل ہے ۲۳۶۸۷ پونڈ سالانہ ہے۔ یہ اعداد و شمار پیش کرنے کے بعد آپ نے انگریزی اور وہاں کی مقامی زبانوں میں جماعت کی طرف سے شائع شدہ اسلامی لٹریچر کی تفصیل اور تبلیغ اسلام سے متعلق بعض دیگر ایمان افروز کوائف پر بھی روشنی ڈالی۔ علاوہ ازیں تقریر کے آخر میں آپ نے جماعتِ احمدیہ گھانا کی اسلامی خدمات کے اعتراف پر مشتمل بعض سربرآوردہ لیڈروں کے وہ بیانات بھی پڑھ کر سنائے جو انہوں نے احمدیہ مشن ہاؤس کی کتاب زائرین" (VISITORS BOOK) میں مختلف مواقع پر رقم فرمائے۔ ان میں سومالی ری پبلک کے صدر ہز ایکسی لینسی عبداللہ عثمان، سٹیٹ بنک آف پاکستان کے گورنر جناب ایس اے حسنی، سیرالیون کے نائب وزیر اعظم آنریبل ایم ایس مصطفےٰ اور ملایا کے وزیر تجارت و صنعت الحاج محمد خیر جوہری کے بیانات شامل تھے آخر الذکر کے پیش نظر ہم صرف جناب الحاج محمد خیر جوہری کے ریمارکس کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں آپ نے فرمایا:-

"میرا یہ پختہ ایمان ہے کہ جہاں تک زمانہ حال اور مستقبل میں افریقہ کے متحد ہونے کا تعلق ہے اسلام بہت مؤثر عامل ثابت ہو سکتا ہے اور انشاء اللہ ہو گا۔ ہر قسم کے سامراجی عزائم سے مبرا ہوتے ہوئے اسلام پوری نسلِ انسانی کو باہم متحد کرنا چاہتا ہے روئے زمین پر یہی وہ مذہب ہے جو روحانی ہدایت کی متلاشی دنیا کی ضرورت کو پورا کر کے اسے مطمئن کر سکتا ہے۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ احمدیہ مشن نے اس حصۂ دنیا میں اسلام کو پھیلانے کی خاطر بہت جانفشانی سے کام کیا ہے یہ لوگ ہر تعریف و توصیف اور اعانت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ احمدیہ مشن کو اپنے فضلوں اور برکتوں سے نوازے اور یہ اپنی مساعی میں کامیاب و کامران ثابت ہو۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔"

الغرض گھانا کے جناب محمد آرتھر اور دوسرے ملکوں سے تشریف لائے ہوئے دیگر احمدی احباب کی تقاریر (جن کے خلاصے الفضل کی مختلف اشاعتوں میں انہی دنوں شائع ہوئے ہیں) نہایت ایمان افروز تھیں۔ اگر یہ احباب بیرونی ممالک سے تشریف لائے ہوئے دیگر احباب کی طرح تقاریر نہ بھی کرتے تو بھی جلسہ سالانہ میں شمولیت کی غرض سے ان کا ہزارہا میل کی مسافت طے کر کے بعد مرکز سلسلہ میں آنا خدائی وعدوں کے پورا ہونے کا کچھ کم ثبوت نہ ہوتا۔ تاہم انھوں نے اپنی ایمان افروز تقاریر کے ذریعہ بھی اس بات کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر دکھایا کہ خدا نے اس جلسہ میں

شمولیت کے لئے جن قوموں کے تیار کرنے کا وعدہ فرمایا تھا اور اپنے اس وعدہ کا آج سے ۲۰ سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اعلان کرا کے اسے ایک نشان قرار دیا تھا اُس نے اِس نشان کے عملی ظہور کے ذریعہ وہ عظیم الشان وعدہ پورا کر دکھایا کیونکہ مشرق و مغرب میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ کی تیار کی ہوئی اِن قوموں کے خوش نصیب نمائندوں کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خدائی وعدوں کے پورا ہونے کی تصدیق پر مشتمل ان کی ایمان افروز تقاریر کو اپنے کانوں سے سن رہے تھے۔

جلسۂ سالانہ گیا تھا خدائی وعدوں اور نشانوں کا مظہر ہوتے ہوئے اسود و احمر کا ایک مبارک و مقدس اجتماع تھا اور اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر رہا تھا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب ہزاروں ہی نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں شمع احمدیت کے پروانے دنیا کے کونہ کونہ سے اس للّٰہی جلسہ میں شمولیت کے لئے دیوانہ وار کھنچے چلے آئیں گے اور حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو اور بھی زیادہ شان اور عظمت کے ساتھ دنیا پر آشکار کر دکھائیں گے۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ خدائی وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ ایسا ہو گا اور ہو کر رہے گا اِس لئے کہ ؏

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

ہماری غرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ہماری غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ لوگوں کو اس خدا کی طرف رہنمائی کریں جسے ہم نے خود دیکھا ہے سنی سنائی بات اور قصہ کے رنگ میں ہم خدا کو دکھانا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہم اپنی ذات اور اپنے وجود کو پیش کر کے دنیا سے خدا تعالیٰ کا وجود منوانا چاہتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲۰)

٭

بچوں کا صفحہ

چھوٹے بچوں کا رمضان

بچوں کو معلوم ہے کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے۔ اس سارے مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کئے ہیں۔ لیکن روزے ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سولہ سال سے زیادہ عمر کے بچوں اور بڑی عمر کے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ رمضان کے مہینے میں روزے رکھیں، رہے سولہ سال سے کم عمر کے بچے ان پر روزے فرض نہیں ہیں۔ لیکن دس گیارہ سال سے اوپر کی عمر کے بچوں کو کبھی کبھی مشق کے طور پر روزہ ضرور رکھنا چاہیئے۔ تاکہ بڑے ہو کر انہیں بھی روزہ رکھنے کی عادت پڑے۔ رمضان کے روزے اسی طرح فرض ہیں جیسے نماز فرض ہے۔ پس ایسی فرض عبادت کے لئے بچپن ہی سے مشق ضروری ہے۔

رمضان کا مہینہ بہت ہی برکتوں والا مہینہ ہے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید اسی مہینے میں نازل ہونا شروع ہوا تھا اس مہینے کی ایک خاص اور بڑی برکت یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ دعائیں بہت قبول کرتا ہے رمضان کی یہ ایک ایسی برکت ہے کہ اس سے چھوٹی عمر کے وہ بچے بھی جن پر ابھی روزہ فرض نہیں ہے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور انہیں ضرور اٹھانا چاہیئے۔ چھوٹے اور معصوم بچوں کی دعائیں تو ویسے ہی بہت قبول ہوتی ہیں۔ اگر وہ رمضان کے مبارک مہینے میں دعائیں کریں گے تو وہ کیوں قبول نہ ہوں گی۔ وہ تو قبول ہوں گی اور ضرور قبول ہوں گی۔ اس لئے چھوٹے بچوں کو بھی چاہیئے کہ وہ رمضان کے ان مبارک دنوں میں خوب دعائیں مانگیں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے بس دعائیں ہی مانگتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول کرے گا اور ان کی ساری مرادیں پوری کر دے گا۔

بچوں کو دعائیں مانگنی چاہئیں کہ اے اللہ تو اسلام کو ساری دنیا میں پھیلا دے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو کامل شفا عطا فرما اور حضور کو صحت والی لمبی عمر دے۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں جو احمدی مبلغین اسلام پھیلا رہے ہیں انہیں کامیابی بخش تا بہت جلد ساری دنیا اسلام قبول کرے

اے اللہ تو ہمیں نیک اور دین کا خادم بنا۔ ہمیں دین اور دنیا کا علم عطا کر تاکہ ہم بھی مبلغ بن کر دنیا میں اسلام

پھیلائیں اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیں —— اے خدا! تو ہمارے دلوں میں اپنی محبت ڈال، ہر قدم پر ہماری حفاظت فرما اور ہماری مدد کر، ہمیں شیطان سے بچا اور ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھ

اگر بچے اس مبارک مہینے میں کثرت سے دعائیں کریں گے اور زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے تو اللہ تعالیٰ خوش ہو کر سچ مچ انہیں ایسا ہی بنا دے گا۔ سب ان کی تعریف کریں گے اور والدین انھیں نیک اور دین کا خدمت گزار دیکھ کر پھولے نہ سمائیں گے۔

چھوٹے بچوں کا رمضان یہی ہے کہ وہ دعاؤں کی قبولیت کے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھائیں انھیں چاہیئے کہ وہ رمضان میں دعائیں کریں، دعائیں کریں اور دعائیں کرتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شکرِ خدائے رحماں

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

شکرِ خدائے رحماں جس نے دیا ہے قرآں — غنچے تھے سارے پہلے اب گُل کھلا یہی ہے

کیا وصف اس کا کہنا ہر حرف اس کا گہنا — دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے

دیکھی ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسی خوابیں — خالی ہیں ان کی قابیں خوانِ ہُدیٰ یہی ہے

پہلے صحیفے سارے لوگوں نے سب بگاڑے — دنیا سے وہ سدھارے نوشہ نیا یہی ہے

کہتے ہیں حسنِ یوسف دلکش بہت تھا لیکن

خوبی و دلبری میں اس سے سوا یہی ہے

(دُرِّ ثمین)

ؔ

عہدیداران انصاراللہ کا انتخاب

قواعد کے مطابق ہر تین سال کے بعد انصاراللہ کے عہدیداران یعنی زعماء زعماء اعلےٰ کا انتخاب ہوتا ہے دسمبر ۱۹۶۴ء میں یہ معیاد ختم ہو چکی ہے۔ انتخاب کیلئے امراء وصدر صاحبان کی خدمت میں پہلے بھی درخواست کی جا چکی ہے۔ چونکہ ابھی بہت سی مجالس کے متعلق انتخاب کی رپورٹیں موصول نہیں ہوئیں لہٰذا اب پھر بطور یاد دہانی تحریر ہے کہ جن جن مجالس انصاراللہ میں ابھی تک زعیم اعلےٰ / زعیم انصاراللہ کا انتخاب نہیں ہوا۔ وہاں کے امراء وصدر صاحبان ازکرم فوری طور پر انتخاب کروا کر صدر محترم کی خدمت میں سفارش کے ساتھ نام بغرض منظوری بھجوا دیں۔ امید ہے امراء وصدر صاحبان فوری توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(قائد عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

ایک ضروری گزارش

ان دنوں امراء وصدر صاحبان کے تعاون سے مجالس انصاراللہ میں زعماء اعلےٰ / زعماء کے آئندہ تین سال کے لئے انتخابات ہو رہے ہیں۔ مگر مرکز میں صدر محترم کی منظوری کے لئے نام بھجواتے وقت بعض امراء وصدر صاحبان خط وکتابت کے لئے منتخب عہدیدار کا ایڈریس نہیں بھجواتے۔ جس کی وجہ سے کام میں تاخیر ہوتی ہے۔

اس اعلان کے ذریعہ تمام امراء وصدر صاحبان سے گزارش ہے کہ وہ زعیم اعلےٰ / زعیم کے انتخاب کی اطلاع بھجواتے وقت ازراہ کرم خط وکتابت کے لئے ان کا ایڈریس بھی ضرور درج فرما دیا کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(قائد عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

تقویٰ اللہ اور قبولیت دُعا کا ثمرہ

(بقیہ صفحہ ۴۰)

اس بات کا شدت کے ساتھ میرے دل میں احساس مولوی محمد علی صاحب کی سوانح حیات جس کا نام "مجاہد کبیر" ہے پڑھ کر ہوا۔ یہ کتاب مجھے بھی موصول ہوئی تھی اور میں نے اس کو پڑھا تھا۔ یہ مولوی صاحب کے ایک صاحبزادے اور ان کے ایک اور قریبی رشتہ دار کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب نہایت محنت سے مکمل کی گئی ہے اور مولوی صاحب کے آباؤ اجداد اور خاندانی حالات کا مکمل ذکر اس میں موجود ہے پھر ان کی اپنی زندگی کے تمام مراحل کا بھی تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔ لیکن ایک بات کا فقدان ہے اور وہ بہت اہم بات ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حقیقی جانشین قرار دیتے تھے۔ اس لئے تمام حالات میں حضور کے روحانی کمالات کا انعکاس کافی حد تک ان میں پایا جانا چاہیئے تھا لیکن اس ساری کتاب میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں جو قبولیت دعا کا قابل ذکر نشان ہو۔ ایک بھی الہام بیان نہیں کیا گیا جس کا پورا ہونا ثابت کیا گیا ہو اور نہ کوئی کشف یا خواب ایسی بتائی گئی ہے جس کی تعبیر کی گئی ہو۔ اور وہ اسی رنگ میں پوری ہوئی ہو۔ البتہ الہامات کی ایک کاپی کا ذکر ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ وہ الہامات کیا تھے اور پورے بھی ہوئے یا نہیں یہ ایک بہت بڑی کمی ہے

سو قبولیت دعا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ و مخاطبہ کے ثمرہ کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جو تعلقات اللہ تعالیٰ نے اس مقام کے حصول کے لئے ضروری قرار دیئے ہیں ان کا بھی احترام کیا جائے ورنہ خُسرانِ مبین کی حالت ہو جاتی ہے۔

آخر میں آنحضرت صلعم کی اس دعا پر میں مضمون کو ختم کرتا ہوں اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَ زَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلٰھَا۔ (آمین)

تہجّد کی عادت ڈالو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"نمازوں میں عاجزی کرو، تہجّد کی عادت ڈالو۔ تہجد میں رو رو کر دعائیں مانگو کہ خدا تعالےٰ گڑگڑانے والوں اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۳۴)

دنیا کے ساتھ دین جمع نہیں ہو سکتا

ہماری جماعت میں وہی شامل ہیں جو دین کو مقدم رکھتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''دنیا کے ساتھ دین جمع نہیں ہو سکتا۔ دنیا خدمتگار ہو کر آ جائے تو آ جائے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ دنیا دین کی شریک بن کر رہے۔ جس کا تعلق خدا تعالی کے ساتھ صاف ہو خدا تعالی اس کو کبھی ذلیل ہونے نہیں دیتا۔ ہماری جماعت میں وہی لوگ شامل ہیں جو اپنے اقرار کے مطابق دین کو مقدم رکھتے ہیں۔ ہاں انسان کا یہ کام نہیں کہ اتنی بڑی تبدیلی اپنی محنت سے پیدا کرسکے۔ لیکن خدا تعالی ایسا کر سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم کے لئے آئے تھے وہ اسفل السافلین میں گری ہوئی تھی۔ پھر آپ کی توجہ اور محبت سے وہ کہاں تک ترقی کر گئی۔ جس کا قدم خدا تعالی کے منشاء کے برخلاف ہو اس پر کوئی خوش نہیں نہ خدا تعالی اور نہ اس کے ملائکہ امر سہل ہے۔ قرآن شریف نے اس کا نسخہ بتلایا ہے:

''اما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فان الجنة هى الماوى''

جو کوئی اپنے رب کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور اپنے نفس کی خواہشوں کو روکتا ہے تو جنت اس کا مقام ہے۔ ہوائے نفس کو روکنا یہی فنا فی اللہ ہونا ہے اور اس سے انسان خدا تعالی کی رضا کو حاصل کر کے اسی جہان میں مقام جنت کو پہنچ سکتا ہے''۔

(بدر ۳ اگست ۱۹۰۵ء)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہوا